ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت
ملتان
4
اپریل ۲۰۱۵ء ـــــ جمادی الثانی ۱۴۳۶ھ

قیامِ پاکستان کے مقاصد سے انحراف

اس حقیقت کو تاریخ کے صفحات سے کھرچا نہیں جاسکتا کہ قیامِ پاکستان کا مطالبہ جنوبی ایشیا میں مسلمانوں کے دینی تشخّص کو قائم کرنے کے لیے کیا گیا تھا۔ چونکہ مسلمان دیگر کافر قوموں کے علی الرّغم ایک مسلم امت ہیں اور امتِ مسلمہ کے اعتقادی، فکری، سماجی، سیاسی، معاشی واقتصادی، انفرادی واجتماعی قوانین، تقاضے اور ناتے بالکل الگ تھلگ ہیں۔ لہٰذا اس کے لیے الگ خطۂ زمین ہونا از بس ضروری ہے۔ ورنہ مسلمان تہذیبی واعتقادی اعتبار سے مضمحل ہو جائیں گے۔

امتِ مسلمہ پر چاروں طرف سے کافرانہ سولائزیشن کی یلغار تھی۔ ایک طرف ہندوازم اپنے رسوماتی اختلاط کے ذریعے مسلمانوں کی متاعِ تہذیب میں نقب زنی میں مصروف تھا تو دوسری طرف یورپ سے آنے والی ماڈرن سولائزیشن کا عفریت اپنے مہیب جبڑے کھولے حملہ آور تھا۔ جن دردِ دل رکھنے والے ملی سپوتوں نے آزادی کی جنگ لڑی اور اس جہادِ اسلامی میں انہوں نے جان ومال کے نذرانے پیش کیے، اُن کے سامنے گورنری، وزارتیں، سفارتیں، کوٹھیاں اور ٹھیکے نہیں تھے، بلکہ وہ تو آگ اور خون کے میدان کو اس لیے عبور کر رہے تھے کہ دین کی حاکمیت اور بالادستی قائم ہو۔ لیکن قیامِ پاکستان کے بعد حکمرانوں نے وہ تمام وعدے نہ صرف یہ کہ طاقِ نسیان کی زینت بنا دیے بلکہ دینی اقدار کا منہ چڑایا، انہیں پامال کیا، لادین عناصر کی حوصلہ افزائی کی اور انہیں وسائل مہیّا کر کے مسلمانوں پر مسلّط کر دیا۔

مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللّٰہ علیہ

- نائن زیرو آپریشن اور سانحۂ یوحنا آباد
- مشرقِ وسطیٰ کی صورتِ حال!
- آئین کا بنیادی ڈھانچہ؟
- گیمبیا میں بھی قادیانی غیر مسلم قرار
- خلیفۂ بلافصل رسول، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللّٰہ عنہ
- سیدنا مروان رضی اللّٰہ عنہ حالات وخدمات
- حضرت مہدی علیہ الرضوان اور ہندوستانی مہدی مرزا قادیانی
- علماءِ آخرت کی پہچان

ان الحکم الا للہ
احرار
۱۹۲۹ء

بیاد: شہداءِ تحریکِ مقدس تحفظِ ختمِ نبوت 1953ء

سالانہ عظیم الشان ختمِ نبوّت کانفرنس

2 اپریل 2015ء : جمعرات بعد نمازِ عشاء — جامع مسجد بلاک 12 چیچہ وطنی

زیرِ صدارت
قائدِ احرار
حضرت پیرجی
سیّد عطاءُ المہیمن بخاری دامت برکاتہم
امیر مرکزیہ مجلس احرارِ اسلام پاکستان

زیرِ نگرانی
مجاہدِ ختمِ نبوت
حاجی عبداللطیف خالد چیمہ
سیکرٹری جنرل مجلس احرارِ اسلام پاکستان

مہمانِ خصوصی
حضرت مولانا
خواجہ رشید احمد دامت برکاتہم

شیخ الحدیث مولانا **زاہد الراشدی**
سیکرٹری جنرل پاکستان شریعت کونسل

قائدِ اہلسنت مولانا **محمد احمد لدھیانوی**
سرپرست اعلیٰ اہلسنت والجماعت پاکستان

خطیبِ اسلام حضرت مولانا **محمد رفیق جامی**
فیصل آباد

مجاہدِ احرار جناب **سیّد محمد کفیل بخاری**
نائب امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

مولانا **مفتی السیّد مظہر اسعدی**
سیکرٹری جنرل جمعیت علماء اسلام پنجاب

ممتاز اہلحدیث رہنما مولانا علامہ **سیّد ضیاء اللہ شاہ بخاری**
ساہیوال

جناب **میاں محمد اویس**
سیکرٹری اطلاعات مجلس احرار اسلام پاکستان

قاری **محمد یوسف احرار**
نائب ناظم مجلس احرار اسلام پاکستان

مولانا **مفتی عطاء الرحمٰن قریشی**
امیر مجلس احرار اسلام سندھ

مولانا **پیر محمد ابوذر غفاری**
مجلس احرار اسلام اسلام آباد

ممتاز صحافی جناب **ڈاکٹر جاوید کنول**
جیو نیوز / جنگ گروپ انلی یورپ

تلاوتِ قرآن مجید
قاری **محمد قاسم**
جامعہ فتحیہ لاہور

منظوم خراج عقیدت
حافظ **محمد اکرم احرار** ملتان
مولانا **محمد قاسم گجر** لاہور

قاری **منظور احمد طاہر**
مولانا **کلیم اللہ رشیدی**
قاری **سعید ابن شہید**
قاری **بشیر احمد رحیمی**
قاری **عتیق الرحمٰن رحیمی**
قاری **عبدالجبار**
مولانا **عبدالباسط**
جناب شیخ **اعجاز احمد رضا**

منجانب: **شعبہ تبلیغ تحفظِ ختمِ نبوت مجلسِ احرارِ اسلام چیچہ وطنی**

فون نمبر: 040-5482253

0321-6950058

بیاد: سیدالاحرار حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

جلد 26 شمارہ 4 جمادی الثانی 1436ھ — اپریل 2015ء

Regd.M.NO.32, I.S.S.N.1811-5411

تشکیل

دل کی بات:	نائن زیرو آپریشن اور سانحہ یوحنا آباد	سید محمد کفیل بخاری	2
شذرات:	مشرقِ وسطیٰ کی صورتِ حال! آئین کا بنیادی ڈھانچہ؟	عبداللطیف خالد چیمہ	4
افکار:	دو آوازیں!	ابوطلحہ حسان	5
″	افریقی ملک گیمبیا میں بھی قادیانی غیر مسلم قرار	سیف اللہ خالد	7
″	عصرِ حاضر میں دینی مدارس کی اہمیت و ضرورت	مولانا رفیع الدین حنیف قاسمی	9
دین و دانش:	خلیفہ بلافصل رسول، امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	شاہ بلیغ الدین رحمۃ اللہ علیہ	13
″	ارمغانِ ابوذر — افادات: مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ	سید عطاء المنان بخاری	15
″	علماءِ آخرت کی پہچان (دوسری و آخری قسط)	شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ	18
″	سیدنا مردان رضی اللہ عنہ حالات و خدمات (قسط: 3)	پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی	25
″	”جو مر چکے، وہ نماز نہیں پڑھتے“	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	32
آپ بیتی:	ورق ورق زندگی (قسط:۳۶)	پروفیسر خالد شبیر احمد	34
شخصیت:	”برما، شیخ عبدالرحمن باوا اور تحریک ختم نبوت“	مولانا سہیل باوا	42
مطالعۂ قادیانیت:	حضرت مہدی علیہ الرضوان اور ہندوستانی مہدی مرزا قادیانی چند غلط فہمیوں اور تلبیسات کا ازالہ	حافظ عبیداللہ	44
افسانہ:	نئی روشنی	حبیب الرحمن بٹالوی	52
حسنِ انتقاد:	تبصرۂ کتب:	صبیح ہمدانی / شیخ حبیب الرحمن بٹالوی / مولوی اخلاق احمد	54
اخبار الاحرار:	مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں	ادارہ	59
″	سید محمد کفیل بخاری کا ضلع میانوالی، چکوال اور اٹک میں تبلیغی اجتماعات سے خطاب	رپورٹ: ابومعاویہ تنویر الحسن احرار	60

فیضانِ نظر —— حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی —— حضرت پیر جی ابنِ امیرِ شریعت سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

مدیر مسئول —— سید محمد کفیل بخاری

kafeel.bukhari@gmail.com

رفقائے فکر —— عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد • مولانا محمد مغیرہ • محمد عمر فاروق • قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس

سید صبیح الحسن ہمدانی

sabeeh.hamdani@gmail.com

سید عطاء المنان بخاری

atabukhari@gmail.com

تزئین —— محمد نعمان سنجرانی

nomansanjrani@gmail.com

سرکولیشن منیجر —— محمد یوسف شاد 0300-7345095

زرِ تعاون سالانہ

اندرونِ ملک	200/- روپے
بیرونِ ملک	4000/- روپے
فی شمارہ	20/- روپے

ترسیلِ زر بنام: ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت

بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر: 100-5278-1

بینک کوڈ 0278 یو بی ایل، ایم ڈی اے چوک ملتان

رابطہ

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

☎ 061-4511961

www.ahrar.org.pk
www.alakhir.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ شعبۂ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

دل کی بات
سید محمد کفیل بخاری

نائن زیرو آپریشن اور سانحہ یوحنا آباد

گزشتہ ماہ کراچی میں ایم کیو ایم کے ہیڈ کوارٹر نائن زیرو پر رینجرز نے چھاپہ مار کر درجنوں اشتہاری اور مطلوبہ افراد کو گرفتار کرلیا۔ بڑی تعداد میں ممنوعہ اسلحہ بھی برآمد ہوا جسے میڈیا کے سامنے پیش کرتے ہوئے رینجرز کے ذمہ دار افسر نے اپنی بریفنگ میں بتایا کہ یہ اسلحہ فوج کے پاس بھی نہیں ہے۔ یہ خدشہ بھی ظاہر کیا گیا کہ یہ اسلحہ شاید نیٹو کنٹینرز سے لوٹا گیا تھا۔ ایم کیو ایم کے قائد الطاف حسین نے اس آپریشن کی مذمت کی، ممنوعہ اسلحہ سے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ رینجرز اہلکار بوریوں میں چھپا کر لائے تھے۔ سوال ہوا کہ کیا اشتہاری ملزمان بھی بوریوں میں بند کر کے ساتھ لائے تھے؟ تو جواب میں اُن سے لاتعلقی کا اظہار کیا گیا۔ کراچی کے عوام جو کم و بیش دو عشروں سے ہدفی قتل، لوٹ مار اور بھتہ خوری کے دردناک عذاب سے گزر رہے ہیں نے اس آپریشن کا خیر مقدم کیا۔ پیپلز پارٹی کے سوا تمام سیاسی و دینی جماعتوں نے بھی آپریشن نائن زیرو کا خیر مقدم کرتے ہوئے مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے کا مطالبہ کیا۔

نائن زیرو سے گرفتار ہونے والے افراد میں عمیر صدیقی اور عامر خان کے بیانات انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ دہشت گردی کے حوالے سے اُن کے اعترافات حکومت اور قوم کے لیے لمحۂ فکریہ ہیں۔ صولت مرزا کی پھانسی کے انتظامات مکمل تھے، آخری لمحوں میں اس کے وڈیو بیان نے منظر ہی بدل دیا۔ فی الحال اس کی پھانسی معطل ہوئی ہے لیکن اُس نے کراچی میں دہشت گردی کے واقعات کو، الطاف حسین، گورنر عشرت العباد اور ایم کیو ایم سے منسوب کر دیا ہے۔

مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے درست فرمایا ہے کہ:

''ایم کیو ایم کی غیر قانونی اور دہشت گردی پر مبنی کارروائیوں کو ماضی میں تحفظ دیا گیا یا مسلسل نظر انداز کیا گیا جس سے کراچی کا امن تباہ ہوا۔ اب دہشت گردوں پر ہاتھ ڈالا گیا ہے تو اس کارروائی کو قانون سے ماورا نہیں ہونا چاہیے اور ذمہ داروں کو عدالت کے کٹہرے میں لا کر قانون کے مطابق سزا دینی چاہیے۔ عدالتیں اگر آزاد ہوں گی اور قانون کا اطلاق سب پر یکساں ہوگا تو ہمارے قدم امن کی طرف بڑھیں گے۔ سانحۂ بلدیہ ٹاؤن، جید علماء اور محبِّ وطن سیاسی و سماجی شخصیات کے قتل جیسے الم ناک سانحات کے مرتکب افراد کے خلاف کارروائی کرنا اور مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانا حکومت کی ذمہ داری ہے۔''

ایم کیو ایم کی سیاسی حیثیت سے کسی کو انکار نہیں اور نہ ہی سیاسی سرگرمیاں جاری رکھنے پر اعتراض، یہ اُن کا آئینی حق ہے لیکن تشدد اور دہشت گردی کی کوئی حمایت نہیں کرسکتا۔ اگر وہ ایسی سرگرمیوں میں ملوث نہیں تو اُسے کھلے دل کے ساتھ عدالت میں اپنی صفائی دینی چاہیے۔ قوم کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ممتاز صحافی صلاح الدین، حکیم سعید، مفتی نظام الدین، مولانا یوسف لدھیانوی اور اُن کے درجنوں رفیق جیّد علماء کے قاتل کون ہیں؟ خود ایم کیو ایم کے اپنے رہنما ڈاکٹر

عمران فاروق کے قاتل کون ہیں؟

تجزیہ نگاروں اور مبصرین کا کہنا ہے کہ اسٹیبلشمنٹ کا ہدف ایم کیو ایم کی ڈاؤن سائزنگ اور دہشت گردی کا خاتمہ ہے۔ باقی سیاسی جماعتوں کی طرح اُسے بھی ''کنٹرولڈ ڈیموکریسی'' کے دائرے میں لانا ہے۔ آصف زرداری کا برے حالات میں ایم کیو ایم کا ساتھ دینے اور اُسے صوبائی حکومت میں شامل کرنے کا عزم ''خاموشی'' میں تحلیل ہو چکا ہے۔ الطاف حسین بھی بیک فٹ پر آ گئے ہیں۔ لیکن صولت مرزا کے بیان کے بعد گورنر سندھ عشرت العباد کا اپنے منصب پر فائز رہنا نواز حکومت پر سوالیہ نشان ہے۔ دوسری طرف مقتدر حلقوں کی طرف سے سندھ میں گورنر راج کے قیام کا شوشہ بھی چھوڑا گیا ہے۔ قائد حزبِ اختلاف خورشید شاہ نے اپنے ردِ عمل میں کہا کہ: ''سندھ میں گورنر راج'' کا کوئی جواز نہیں۔ ایسا ہوا تو پھر سندھ ہی نہیں پورے ملک میں گورنر راج ہو گا۔''

واقعی گورنر راج مسائل کا حل نہیں، حکومتی ناکامی ہو گی۔ اس کا تجربہ نواز شریف ایک بار پہلے کر چکے ہیں اور پھر بھگت بھی چکے ہیں۔ ہماری مخلصانہ رائے میں اس کا اعادہ کرنے کی بجائے متفقہ قومی ایکشن پلان پر بلا تفریق عمل درآمد کر کے ملک دشمنوں کو کیفر کردار تک پہنچانا چاہیے۔ سیاسی و دینی قیادت نے تو حکومت کو اقدامات کرنے کا متفقہ طور پر مینڈیٹ دے دیا ہے۔ اب قوم منتظر ہے، دیکھتے ہیں اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا؟

۱۵؍ مارچ کو لاہور کے یوحنا آباد میں دو عیسائی گرجا گھروں پر یکے بعد دیگر خودکش حملے ہوئے، جس کے نتیجے میں ۱۶؍ افراد ہلاک اور ۸۵ زخمی ہوئے۔ ان میں ۳ پولیس اہلکار جاں بحق اور ۴ زخمی ہوئے۔ دہشت گردی کی اس کارروائی کی پوری قوم نے مذمت کی۔

دوسرا سانحہ اس سے بھی زیادہ کرب ناک اور الم ناک تھا کہ گرجوں پر حملوں کے ردِ عمل میں عیسائیوں کی طرف سے احتجاجی مظاہروں کے دوران دو بے گناہ مسلمانوں کو پکڑ کر سینکڑوں مظاہرین اور پولیس کی موجودگی میں زندہ جلا دیا۔ ان میں ایک بابر نعمان، سرگودھا کا رہائشی اور گجومتہ لاہور کی ایک فیکٹری میں مزدوری کرتا تھا جب کہ دوسرا حافظ محمد نعیم قصور کے علاقے للیانی کا رہائشی اور یوحنا آباد کے علاقے میں اس کی شیشے اور المونیم کی دکان تھی، دونوں کو جس بے دردی سے پٹرول چھڑک کر جلایا گیا وہ ظلم کی بدترین مثال ہے۔ ہماری پختہ رائے ہے کہ گرجوں میں دھماکے اور دو مسلمانوں کو جلانے کا واقعہ دونوں کا منصوبہ ساز ایک ہی ہے۔ وہی راجہ بازار، آرمی پبلک سکول اور شکار پور کے سانحات کا بھی ماسٹر مائنڈ ہے۔ جو پاکستان میں عیسائی مسلم اور سُنّی و شیعہ فسادات بھڑکانے کے طاغوتی ایجنڈے پر عمل پیرا ہے۔ وزیرِ اعلیٰ پنجاب شہباز شریف کے مطابق بابر نعمان اور حافظ نعیم کو جلانے کے الزام میں تیس کے قریب افراد گرفتار کر لیے گئے ہیں۔ مجرموں کو سزا ملے گی اور مظلوموں کو انصاف ملے گا۔ کب سزا ملے گی اور کہاں انصاف ملے گا؟ سوال یہ ہے کہ یہ سب کچھ پولیس کی موجودگی میں ہوا جو مظاہرین کی سفاکی کا تماشہ دیکھتی رہی اور ظالم قاتل دو انسانوں کے جلانے کی ویڈیو اور موبائل فلمیں بناتے رہے۔ یہ حکومت کی ناکامی نہیں تو اور کیا ہے؟ پنجاب حکومت، بابر نعمان اور حافظ نعیم کے ورثا کے صبر کا امتحان نہ لے ورنہ یہ صبر انھیں لے ڈوبے گا۔

عبداللطیف خالد چیمہ

مشرقِ وسطیٰ کی صورتِ حال!

ایران ایک عرصے سے خطے میں اپنا رسوخ بڑھا کر مشرقِ وسطیٰ کی سیاست وحکمرانی کے لیے سرگرم ہے اور ساتھ ہی اپنے عقیدے کے اختلاف کو اختلاف کی حدود سے آگے بڑھا کر ہمسایہ ممالک میں بھی اثر انداز ہو رہا ہے۔ حد یہ ہے کہ شیعہ اتحاد بلکہ شیعہ بلاک بازگشت سنائی دینے لگی ہے۔ گزشتہ چند ماہ میں ایران نے پاکستان کی جغرافیائی حدود کے اندر داخل ہو کر شرانگیز کارروائیاں کیں، جن کا سفارتی سطح پر پورا نوٹس لیا گیا۔

گزشتہ دنوں ایرانی صدر حسن روحانی کے مشیر علی یونسی نے ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے عظیم ایران کے قیام کی بات کی ہے اور بغداد کو اپنا دارالحکومت قرار دیا ہے۔ عراق، شام، لیبیا، یمن، لبنان اور کئی دیگر مسلم ممالک میں چھپی ہوئی اور علانیہ ایرانی مداخلت ایک جارحانہ اور نیا رخ اختیار کرتی نظر آ رہی ہے۔ جس کے مضر اثرات سے پاکستان کسی طور بھی لاتعلق نہیں رہ سکتا۔ پاکستانی کی سیاسی و دفاعی قوتیں اس صورتِ حال سے یقیناً آگاہ ہیں اور وہ اس سے نمٹنے کی پوری صلاحیت بھی رکھتی ہیں۔ مگر مسلم ممالک میں کشیدگی، افراتفری، قتل وغارت گری اور لاقانونیت پھیلا کر اپنی مرضی کا منظر بنوا کر امریکہ اور عالمی استعمار، مسلم اُمّہ کو جس خلفشار کا شکار کر کے اپنی مرضی کے نتائج بھی اخذ کرنا چاہتا ہے، یہ لمحۂ فکریہ ہے، اس کے لیے ہمارے حکمرانوں کو ہمت وجرأت کے ساتھ ایسی پالیسیاں بنانے کی ضرورت ہے جو ملکی وقار اور قومی سلامتی کی آئینہ دار ہوں۔ اور مذہبی وقومی قیادت کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنی پالیسیوں کا جائزہ لے کر از سرِ نو تعین کریں اور ’’مشرقِ وسطیٰ کی صورتِ حال اور پاکستان پر اُس کے اثرات‘‘ کے حوالے سے سنجیدہ رویہ اختیار کریں۔

آئینِ پاکستان کا تقاضا ہے کہ غیر سرکاری سطح پر مسلح تنظیموں کی ریاست میں کسی قسم کی گنجائش نہ ہو اور ناجائز اسلحہ ہر حال میں مکمل طور پر ختم کرایا جائے۔ تاکہ بدامنی کا راج ختم ہو اور یہ ملک اسلام اور امن کا گہوارا بن جائے۔ اسلام اور وطن دشمن اپنے انجام کو پہنچیں اور ملک حقیقی ترقی کی راہوں پر گامزن ہو، آمین یارب العالمین۔

آئین کا بنیادی ڈھانچہ؟

سپریم کورٹ میں اکیسویں ترمیم کے خلاف دائر ہونے والی درخواستوں کی سماعت کے موقع پر اٹارنی جنرل آف پاکستان نے حکومت کی طرف سے جو موقف اختیار کیا ہے کہ ’’آئین کا کوئی بنیادی ڈھانچہ موجود ہی نہیں‘‘ محلِ نظر ہے حکومت کا یہ موقف ملک کی اسلامی اساس سے روگردانی ہے۔ وکلاء اکیسویں آئینی ترمیم کو ملکی دستور کے بنیادی ڈھانچے سے متصادم اور جمہوری وشہری حقوق کے برعکس قرار دے چکے ہیں جبکہ دینی جماعتوں نے اکیسویں ترمیم کے تحت قائم ہونے والی فوجی عدالتوں کو صرف مذہبی حوالہ سے ہونے والی دہشت گردی کے مقدمات کی سماعت تک محدود کرنے کو مذہب کے ساتھ زیادتی اور امتیازی سلوک قرار دیا ہے۔ قتل وغارت گری، لوٹ کھسوٹ، لسانیت اور بھتہ خوری کو کھلی چھٹی دینے کے مترادف ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ جیسے ملک کو قائداعظم اور علامہ اقبال کے افکار وخیالات اور تصورات سے مکمل طور پر ہٹانے کے بیرونی ایجنڈے کو آگے بڑھایا جا رہا ہے۔ دستور اور قراردادِ مقاصد میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت تسلیم کی گئی ہے اور قرآن وسنت کے خلاف کوئی قانون نہ بنانے کی ضمانت فراہم کی گئی ہے، لیکن آنے والا منظر خطرناک نظر آرہا ہے اللہ تعالیٰ ہمارے وطن عزیز کی حفاظت فرمائے، (آمین)

ابوطلحہ عثمان

دو آوازیں!

پہلی آواز! ’’کاش میری قوم کو پتا چل جاتا کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا اور مجھے عزتوں والا بنا دیا۔‘‘

(حبیب نجار، بحوالہ سورہ یٰسین)

دوسری آواز! کارکن مجھ سے عبرت پکڑیں، اپنی آنکھیں اور دماغ کھولیں۔ پکڑے جانے والے کارکنوں سے اعلانِ لاتعلقی کر دیا جاتا ہے۔ (صولت مرزا، مجرم سزائے موت (مچھ جیل بلوچستان، قومی نیوز، ۱۹/ مارچ ۲۰۱۵ء)

پہلا بیان حبیب نجار کا ہے اور اُس کے پھانسی دیے جانے کے بعد کا ہے۔ اِسے قدیم مصدقہ میڈیا (وحی الٰہی) نے کلام ازلی ابدی میں ریکارڈ کر دیا ہے...... دوسرا بیان صولت مرزا کا ہے جو اُس کے پھانسی دیے جانے سے پہلے وطنِ عزیز پاکستان سرکار کے نمائندوں نے ریکارڈ کر کے نشر کیا ہے......

پہلا مجرم آسمانی سرکار کے نمائندوں کی حمایت پر پکڑا گیا تھا۔ اس نے عوامی فلاح و بہبود کے لیے اُن کو اتباع مرسلین کی دعوت دی تھی۔ وہ آسمانی نمائندے کہ اُن کی نشانی بتائی، وہ نہ تنخواہ مانگتے ہیں نہ مزدوری اور یہی اُن کی ہدایت اور درست راہ کی پکّی نشانی ہے۔ اس نے کہا:

’’آخر کیوں میں اپنے پروردگار کی بندگی نہ کروں؟ اللہ کے بندو! تم بھی بالآخر حساب دینے وہیں پہنچو گے۔ کیا میں اُسے چھوڑ کر دوسروں کو اپنا معبود و مقصود و مسجود بنا لوں کہ اگر رحمتوں والا مالک مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو تو اِن خود ساختہ خداؤں کی سفارش مجھے کچھ بھی فائدہ نہ دے اور نہ وہ مجھے بچا سکیں۔ ایسے میں تو میں کھلی گمراہی میں ہوں گا۔ (لوگو! تم بھی اپنی خیر اور بھلائی کا سوچو) ارے میں تو تمھارے ہی پالنے والے کی بات کرتا ہوں (صمیم قلب سے توجہ کرو اور) میری بات سن لو......‘‘

مگر سننے والوں نے اس کی بات سننے کے باوجود اُسے حق کہنے، حق کی طرف بلانے، خیر اندیشی، خیر خواہی، پوری قوم کو دعوتِ خیر اور حمایتِ حق کی اجرت یہ دی کہ اُسے پھانسی پر لٹکا دیا۔ وہ کہتا رہا ارے سُن تو لو، میرے دلائل کو پرکھ تو لو، مجھ پر الزامات کو انصاف کی نظر سے دیکھ تو لو، اگر میں واقعی مجرم ہوں تو پھانسی سے انکار نہیں، مجھے عدالت کا فیصلہ منظور ہوگا۔

اثر کرے نہ کرے سن تو لے میری فریاد　　　نہیں ہے داد کا طالب یہ بندۂ آزاد

مگر ’’قومی موومنٹ‘‘ تو نہ سننے اور سننے سے پہلے لٹکانے کا فیصلہ کر چکی تھی۔ کچھ لمحات ضائع کیے بغیر حبیب نجّار کو صرف اس جرم میں کہ تو اُجرت نہ مانگنے والے خیر خواہانِ قوم کی بات کرتا ہے۔ وہ قدامت پرست، بنیاد پرست، تشدد پسند، دہشت گرد ہیں۔ ہم نے کہہ دیا ہے اور ہمارا فرمایا ہوا سچ ہے...... تو اُن کی بات کرتا ہے۔ اُن کی باری تو آتی رہے گی، وہ

لوگ تو ایک ایک ہمارے نشانہ پر ہیں مگر تو اُن کا داعی اور سہولت کار بنتا ہے، لے تجھے تمنائے دیتے ہیں تاکہ تیری راہ چلنے والوں پر ہماری رٹ قائم ہو......داعیٔ حق حبیب نجّار واسطے دیتا رہا مختصر بات سننے کا کہتا رہا مگر اُسے لمحہ ضائع کیے بغیر پھانسی چڑھا دیا گیا......

ہاں وہ قدامت پسند، سول سوسائٹی کو دعوت حق دینے والا مر کر امر ہو گیا۔ پھر اُس کی آواز گونجی اور دو عالم میں سنائی دی۔ عالمیان نے بھی سنی، جن و انس نے بھی سنی، حاضر و غیر حاضر نے سنی، زمانہ حال و استقبال نے سنی۔ یہ آواز اِتنی بلند بانگ ہوئی کہ خالقِ کائنات نے سنی پھر اس نے قلم ازل کو حکم دیا اور یہ آواز ازلی ابدی کتاب کے دل (سورۃ یٰسین) میں ریکارڈ کر لی گئی......اب حبیب نجار کی دعوت جاری ہے، صدیاں گزریں اور صدیاں بلکہ ہزاریاں گزریں۔ قومی موومنٹ کی تمام کارکردگیاں، ناکامیاں، ابدی ناکامیاں بن کر ازلی ابدی کتاب کے ریکارڈ کا حصہ بن گئیں۔ وہ ناکام ہو کر اپنے کیے کو پہنچ گئے مگر نہیں اُن کے اخلافِ سُو اُن سے عبرت نہیں پکڑیں گے، حبیب نجار کی بات سنیں گے، نہ صولت مرزا کی۔

صولت مرزا نے زائد از ڈیڑھ صد بلکہ ان گنت داعیانِ حق کا خون بہایا۔ آج ۱۹ر مارچ ۲۰۱۵ء اُس نے مچھ جیل میں اپنی چند لمحات باقی زندگی میں جلدی جلدی بہت کچھ اگلنا شروع کر دیا ہے۔ شاید یہ بات اُسے تو نجات نہ دے سکے مگر حبیب نجار کی نصیحت وہ اپنے ساتھی بدمعاشوں کو عبرت لینے کے لیے وصیت کر رہا ہے۔ وہ کہہ رہا ہے: میرے ساتھی، میرے ہم دم، میرے نشانہ باز، میری موومنٹ کے کارکن ساتھیو! خبردار! جب تم پکڑے جاؤ گے تو تم سے لاتعلقی کا اظہار کر دیا جائے گا۔ کوئی تمھارا ہمدرد، ہم نوا نہ ہوگا۔ میں پھانسی گھاٹ پر تمھیں آخری وصیت کر رہا ہوں مجھ سے عبرت پکڑ لو!

آخری خبر: حکومت پاکستان نے صولت مرزا کے تہلکہ خیز انکشافات پر اعلیٰ سطحی اجلاس طلب کر کے تحقیقات شروع کر دیں۔ صدرِ مملکت نے اس کی پھانسی نوے دن کے لیے مؤخر کر دی۔ اس کا وڈیو بیان، برطانوی حکومت کو پہنچا دیا۔

آخر انجام موت ہے، حبیب نجّار کی موت کامیابی اور دائمی حیات کا پیغام ہے مگر صولت مرزا......

''دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو''

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

سیف اللہ خالد

افریقی ملک گیمبیا میں بھی قادیانی غیر مسلم قرار

مغربی افریقہ کے غریب اسلامی ملک گیمبیا میں بھی قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا۔قادیانی جماعت یہاں ۱۹۵۰ء سے الحادی سرگرمیوں میں مصروف تھی۔گیمبیا میں مذہبی امور سے متعلق ملک کے سب سے بڑے ادارے سپریم اسلامک کونسل کی جانب سے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے پر قادیانی جماعت نے کونسل کو غیر آئینی قرار دیا تھا۔تاہم ملک کے صدر یحییٰ ابوبکر نے اپنے ایک حکم نامے کے ذریعے آئین میں ترمیم کرتے ہوئے کونسل کے فیصلے کی توثیق کر دی ہے۔

’’امت‘‘ کی اطلاعات کے مطابق گیمبیا کے مسلمانوں کے رہنما اور سرکاری طور پر اسٹیٹ ہاؤس کے امام حاجی عبدالعلی فاتے نے نومبر ۲۰۱۴ء میں یہ معاملہ اٹھایا تھا کہ قادیانی مسلمانوں سے مختلف عقائد رکھتے ہیں لہٰذا انھیں غیر مسلم قرار دیتے ہوئے ان کی بطور مسلم تبلیغ پر پابندی عائد کی جائے جس پر قادیانیوں نے حاجی عبدالعلی کا مذاق اڑایا کہ ایک سیکولر ملک میں کسی کو یہ حق نہیں دیا جا سکتا کہ وہ کسی کے مذہب کا فیصلہ کرے۔بعد ازاں یہ معاملہ سپریم اسلامک کونسل میں لے جایا گیا اور سپریم کونسل نے طویل بحث کے بعد جنوری کے آخری ہفتے میں اپنا فیصلہ سناتے ہوئے قادیانی جماعت کو غیر مسلم قرار دے دیا۔اپنے فیصلے میں کونسل نے پاکستانی علما کے ۱۹۵۳ء کے اتفاق رائے اور قادیانیوں کے خلاف تحریک، ۱۹۷۴ء میں پاکستانی پارلیمنٹ کے قادیانیوں کو کافر قرار دینے کے فیصلے سمیت سعودی حکومت اور جامعہ ازہر مصر کے فیصلوں کا حوالہ دیتے ہوئے قادیانی گروہ کو اسلام سے خارج قرار دیدیا۔کونسل کا یہ فیصلہ سرکاری ٹی وی اور سرکاری اخبارات پر نشر اور شائع کیا گیا۔گیمبیا کی مرکزی اسلامی کونسل نے جو کہ ملک میں دینی معاملات سے متعلق عمومی سرگرمیوں کا واحد ذمہ دار ادارہ ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث (الدین النصیحہ) کی بنیاد پر کہا ہے کہ دین ایک نصیحت ہے۔اور یہ کونسل کی ذمہ داری ہے کہ وہ گیمبیا میں دین اسلام سے متعلق کسی بھی قسم کی غلط فہمی کو مستند حوالہ جات سے دور کرے۔اس لیے کونسل، عوام الناس بالخصوص مسلم امہ کے سامنے قادیانیت کے متعلق مسلم امہ کا موقف پیش کرتی ہے۔دنیا بھر کے اسلامی علما جن میں پاکستان کے علمائے کرام بھی شامل ہیں اس بات پر متفق ہیں کہ احمدیہ جماعت مسلمان نہیں۔درحقیقت ان سب دلائل کے باوجود جو کہ احمدیہ جماعت قرآن اور حدیث سے پیش کرنے کی کوشش کرتی ہے ان کے عقائد کی بنیاد مندرجہ ذیل غلط ستونوں پر ہے: وہ (قادیانی) اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ غلام احمد قادیانی مسیح موعود اور نبی ہے۔وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ عزوجل روزہ رکھتا ہے، نماز پڑھتا ہے، سوتا ہے، جاگتا ہے، دستخط کرتا ہے، غلطیاں کرتا ہے (نعوذ باللہ)۔قادیانیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم نہیں ہوئی بلکہ جاری ہے اور اللہ ضرورت کے وقت پیغمبر بھیجتا ہے۔اور یہ کہ غلام احمد تمام انبیا سے افضل ہے۔قادیانی کہتے ہیں کہ غلام احمد کے لائے ہوئے قرآن کے سوا کوئی قرآن نہیں اور اس کی تعلیمات کی

روشنی کے سوا کوئی حدیث نہیں۔ اور غلام احمد کی سرپرستی کے بغیر کوئی پیغمبر نہیں۔ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ ہر مسلمان، قادیانی نہ بننے تک کافر ہے اور جو کوئی عورت یا مرد کسی غیر قادیانی سے شادی کرتا ہے وہ بھی کافر ہے۔ وہ یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ غیر احمدیوں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ اور یہی وجہ ہے کہ انھوں نے گیمبیا کے دور دراز کے دیہاتوں میں بہت تفرقہ پیدا کیا ہے۔

کونسل نے لکھا ہے کہ پوری دنیا کے مسلمان انھیں کافر قرار دیتے ہیں۔ پاکستان میں لوگوں نے ان کیخلاف طویل تحریک چلائی اور پاکستان کی پارلیمنٹ نے ایک طویل بحث کے بعد قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ اسی طرح ۱۹۷۴ء میں جامعہ الازہر مصر میں اسلامک ریسرچ اکیڈمی نے اپنے فتویٰ کی تجدید کی کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار غیر مسلم ہیں اور اس امر کی تصدیق کی کہ قادیانی عقیدے کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ کونسل نے اپنے فیصلے میں لکھا کہ اپریل ۱۹۷۴ء میں رابطہ عالم اسلامی کے ہیڈکوارٹر مکہ میں ایک جنرل کانفرنس میں دنیا بھر کے بین الاقوامی اسلامی تنظیموں کے نمائندگان اور ملکی سطح کے ارکان نے مشترکہ طور پر اس گروہ کے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا اعلان کیا اور اسلامی ممالک کی حکومتوں اور مسلمانوں کو آگاہ کیا کہ وہ اس فتنے کے خلاف جدوجہد کریں اور احمدیوں/قادیانیوں سے کوئی معاملہ نہ رکھیں۔ اس لیے گیمبیا کی مرکزی اسلامی کونسل احمدیہ جماعت کے غیر مسلم گروہ ہونے کا اعلان کرتی ہے۔ اور یہ بات دنیا بھر کی علمی مجالس کے قانونی فیصلوں کے عین مطابق ہے۔ گیمبیا کی سپریم اسلامک کونسل کی جانب سے یہ اعلان بھی کیا گیا کہ یہ گروہ دائرہ اسلام سے خارج ہے اور مسلمانوں کو تاکید کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے کہ وہ اس گروہ کے ساتھ مذہبی میل جول نہ رکھیں۔ واضح رہے کہ گیمبیا میں قادیانیوں کیخلاف تحریک نئی نہیں۔ قادیانی جماعت ۱۹۵۰ء میں گیمبیا میں فعال ہوئی۔ اسی وقت سے گیمبیا کے علما قادیانیوں کو کافر قرار دلوانے کے لیے جدوجہد کررہے ہیں۔ ان علما میں سابق امام رتیب، بنجول کے امام محمد لامین بہ، گنجور کے شیخ خطاب بوجانگ، سیفو کے شیخ کارالانگ کنتیجہ، کیانگ کے شیخ محمد لامین فیدرا، گنجور کے شیخ عمر بن جنگ اور تلندنگ کے شیخ جبرائیل مہدی کجابی (اللہ تعالیٰ ان سب کو غریق رحمت فرمائے) کے نام شامل ہیں۔ اطلاعات کے مطابق گیمبیا کی سپریم اسلامک کونسل کا فیصلہ سامنے آنے کے بعد قادیانی جماعت نے لایعنی قسم کی بحث شروع کرتے ہوئے اپنے ہی عقائد سے انکار کرتے ہوئے الزام لگایا کہ کونسل کی کوئی حیثیت نہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ پاکستان کا فیصلہ اگر درست ہوتا تو پارلیمنٹ اس کی اشاعت پر پابندی عائد نہ کرتی۔ دوسرے یہ کہ گیمبیا ایک سیکولر ملک ہے لہٰذا یہ فیصلہ آئین کے مطابق نہیں۔ اس پر گیمبیا کے صدر یحییٰ ابوبکر نے اپنے حکم کے ذریعے اس فیصلے نافذ کرکے بحث ہی ختم کردی۔ اطلاعات کے مطابق گیمبیا مسلم اکثریت کا ملک ہے جس کی کل آبادی ۱۹ لاکھ بتائی جاتی ہے۔ یہاں ۱۹۹۴ء میں جونیئر فوجی افسر یحییٰ ابوبکر نے حکومت کا تختہ الٹ کر اقتدار سنبھالا اور دو برس بعد الیکشن کرا کر منتخب صدر کا عہدہ سنبھال لیا۔ مغربی افریقہ کے اس ملک میں قادیانی اسکولوں اور طبی اداروں کے ذریعے دیہات میں الحاد پھیلا رہے تھے جس کا سدباب کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔　　　(مطبوعہ: روزنامہ امت کراچی، ۱۲ مارچ ۲۰۱۵ء)

مولانا رفیع الدین حنیف قاسمی (حیدرآباد، انڈیا)

عصرِ حاضر میں دینی مدارس کی اہمیت وضرورت

اصلاحِ حال کے حوالے سے سرگرم مختلف تحریکوں اور تنظیموں کے نمائندہ لوگوں کی جانب سے یہ رویہ مشاہدے میں آرہا ہے کہ وہ دبی زبان میں مدارس کی افادیت اور ان کی نافعیت کا یا تو بالکل انکار کر رہے ہیں یا اپنی ناقص فہم میں ان کی نافعیت کو بالکل محدود ٹھہرانے پر تلے ہیں۔ ان میں بعض حضرات تہذیبِ جدید کے مذہب بیزار اور مادہ پرست نظامِ تعلیم کے زیر اثر اس طرح کی بیمار اور مذموم ذہنیت کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ یہ لوگ قرآن فہمی اور حدیث دانی کے لیے اپنے محدود فہم میں عربی کی تھوڑی سی شد بد یا اس کے صرف ترجمہ پڑھ لینے ہی کو کافی سمجھ رہے ہیں یہ لوگ مدارس کے تعلق سے ایسے طنز آمیز اور رکیک جملہ بازیوں اور اس قسم کی دریدہ دہنیوں سے بھی گریز نہیں کرتے کہ ''یہ مدارس معاشرے پر خیراتی بوجھ کے سوا کچھ نہیں ہیں'' گویا یہ اپنے اس طرزِ عمل کے پسِ پردہ مدارس کے سارے نصاب ونظام ہائے شب وروز کی تگ ودو اور وہاں کی ساری نقل وحرکت کو فرسودہ، نامعقول، غیر نفع بخش اور تضیع اوقات باور کرانے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس کے بالمقابل بعض حضرات وہ ہیں جو محض تبلیغی جماعت سے وابستگی اور اس کے طریقۂ کار اور نظامِ عمل پر مکمل کار بند رہنے ہی کو مدارس کے دس بارہ سالہ تعلیمی وتربیتی دورانیہ کے ہم پلہ اور مماثل قرار دے رہے ہیں۔

حالاں کہ مدارس کو ان نوع بہ نوع اور ہمہ اقسام تحریکوں وتنظیموں کے بیچ وہی حیثیت حاصل ہے جو سارے نظامِ فلکی میں کواکب وسیارات کے مقابل سورج کو ہے کہ ان تمام کی ساری رونق چمک دمک اور قوت کا اصل منبع اور سرچشمہ یہی سورج ہے۔ آپ آزادیِ ہند کے بعد کی اصلاحی یا رفاہی کسی بھی تحریک کے بنیادی ڈھانچہ اور اس کے ابتدائی مراحل کا جائزہ لیجیے اس کا آخری سرا کہیں نہ کہیں انھیں مدارس سے مربوط نظر آئے گا، اس کی زمام اور باگ انھیں مدارس کے فارغ التحصیل علماء کے ہاتھوں میں ہوگی یا اس تحریک کے مختلف ادوار میں اس کی ترقی وترویج اور تقویت کے یہی باعث نظر آئیں گے، آج بھی قرآن وحدیث پر گہری بصیرت، علوم اسلامیہ پر کامل دسترس اور ان علوم کے تئیں وسیع نظر اور دور بیں نگاہ چاہتے ہیں تو وہ انھیں مدارس اور اسی نصاب تعلیم وتربیت کے زیر اثر حاصل ہوگی۔

مدارس کے نصابِ تعلیم پر ہونے والے اعتراضات کا جائزہ:

بعض لوگوں کا یہ مطالبہ کہ مدارس کے موجودہ نصاب تعلیم کے ڈھانچہ کو یکسر بدل دیا جائے اور اس کی جگہ ایک ایسا نیا نصاب رائج کیا جائے کہ جو ان مدارس کے فارغین کی معاشی کفالت کا ضامن ہو، اس طرح کا مطالبہ نہ تو عقل ودانش کے موافق ہے اور نہ ہی یہ بات مدارس اسلامیہ کے قیام کے اہداف ومقاصد کے ہم آہنگ نظر آتی ہے، رہی جزوی ترمیم اور

تبدیلی تو یہ علماء دین اور اربابِ مدارس وقتاً فوقتاً کرتے رہتے ہیں۔ آج سے ساٹھ سال قبل داخل درس نظامی کا نقشہ موجود نصاب سے ملا کر دیکھیے، موجودہ نقشہ اس سے یکسر مختلف نظر آئے گا، ابھی فی الحال موجودہ احوال اور تقاضوں کے پیشِ نظر عالمیت سے فراغت کے بعد دوسالہ انگریزی زبان کا کورس بھی مدارس میں شروع کر دیا گیا ہے اس کا ذوق رکھنے والے فارغ التحصیل طلباء اس شعبہ سے منسلک ہو کر انگریزی پر عبور حاصل کر رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جب ایک دفعہ کسی نے نصاب میں تبدیلی کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے یوں فرمایا:

''جہاں تک نصاب کا تعلق ہے تو بالکل قابلِ اطمینان ہے، یہ وہی نصاب ہے جس سے بڑے بڑے اکابر علماء تیار ہوئے ہیں۔ البتہ جزوی ترمیم و تغیر تو پہلے بھی ہوتی رہی ہے اور آئندہ بھی ہوگی: البتہ اصل وہی ہیں جو نہیں بدل سکتے جیسے صحاح ستہ اور قرآن کریم کی تعلیم باقی جتنے علوم آلیہ ہیں مبادی ہیں ان میں جزوی طور پر تغیر و تبدل ہوتا رہا ہے۔ نوعی طور پر نصاب وہی باقی رہا۔ اس لیے جہاں تک نصاب کا تعلق ہے وہ تو بالکل قابل اطمینان ہے''

(دینی مدارس، ابن الحسن عباسی: ۱۱۰)

ہم ان حضرات سے جو مدارس کے نصاب و نظام کی مکمل تبدیلی کے طالب ہیں سوال کرتے ہیں کہ کیا ان میں سے کبھی کسی نے بڑے بڑے اسکول اور کالجز کے چلانے والوں یا بڑی بڑی ملوں، کمپنیوں اور کارخانوں کے ٹھیکیداروں کو یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ لوگ وہاں طلباء اور کارکنان کو اس عصری تعلیم سے ہٹ کر یا کارخانے کی مصروفیت سے تھوڑا سا ٹائم علیحدہ کر کے ان کے اسلامی شعور کو بیدار اور زندہ رکھنے کے لیے دینی تعلیم کا بھی کوئی نظم و نسق کریں۔ تا کہ ان کی اس دنیا کے ساتھ ان کی آخرت کی سدھار کا بھی سامان ہو جائے۔

مدارس کا موجودہ نصابِ تعلیم حذف و اضافہ تغیر و تبدل کے مختلف ادوار و مراحل سے گذر کر موجودہ حالت میں آیا ہے یہ مسلمانوں کی آٹھ سوسالہ علمی و تعلیمی تاریخ کا نچوڑ ہے اس نصابِ تعلیم میں مختلف وقتوں میں تغیرات ہوتے رہے ہیں اور مختلف اثرات و احوال کے ماتحت اس میں ترمیم و تنسیخ کا عمل جاری رہا ہے۔ آخر میں جس سلسلۂ درس اور نصابِ تعلیم کی قسمت میں جہانگیری اور دوام و بقا لکھا تھا، جس کا سلسلہ ہندوستان سے لے کر افغانستان و ایران تک رہا، اس کے نام ور بانی ''ملا نظام الدین سہالوی'' (م ۱۱۶۱) رہے ہیں، جن کا نصاب تعلیم خفیف حذف و ترمیم کے ساتھ آج تک مدارس میں رائج ہے۔ (ہندوستانی مسلمان ۱۲۸)

امتِ اسلامیہ پر مدارس کا احسانِ عظیم:

جس طرح ایک انسان اپنی زندگی کی بقا کے لیے خوراک اور پوشاک کو ضروری خیال کرتا ہے۔ اسی طرح ایک حقیقی مسلمان اپنی اسلامی شناخت، تہذیبی خصوصیات اور معاشرتی امتیازات سے وابستگی اور اپنے ملی وجود کی حفاظت کو اس سے کہیں بڑھ کر اہمیت دیتا ہے، وہ کسی دام پر اپنے ملی تشخص اور اپنے امتیازات وشعائر سے دستبردار نہیں ہوسکتا، چونکہ

خوراک سے پیٹ اور پوشاک سے جسم کی حفاظت تو ہوسکتی ہے لیکن ایک حقیقی مسلمان کے پاس اس کے پیٹ اور جسم کے ان تقاضوں اوران مادی ضرورتوں کے علاوہ بھی ایک اہم چیز اور بھی ہے وہ ہے اس کا دین اور ایمان۔

مسلمان بھوکا تو رہ سکتا ہے لیکن وہ اپنی تہذیبی خصوصیات سے دستبردار نہیں ہوسکتا اگر وہ اس دین میں رہے گا تو اپنی ان تمام خصوصیات کے ساتھ آج پوری دنیا میں مسلمانوں کو بحیثیت ایک ملت کے ختم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ آج ہمارا دشمن ہمارے ملی وجود اور تہذیبی خصوصیات کو چن چن کر ختم کرنے پر تلا ہوا ہے اگر آج اسلام اپنی تمام خصوصیات وامتیازات کے ساتھ نظر آرہا ہے تو وہ انھیں مدارسِ عربیہ کے زیر احسان شہر شہر، گلی گلی، قریہ قریہ، چھوٹی بڑی کچی پکی جو مساجد آباد نظر آرہی ہیں مختلف تحریکوں کی شکل میں مسلمانوں کی اخلاقی واعتقادی اور معاشی اصلاح کا جو جال ہر سمت بچھا ہوا ہے یا کسی بھی جگہ دین کا شعلہ یا اس کی تھوڑی سی رمق اور چنگاری سلگتی ہوئی نظر آرہی ہے وہ انھیں مدارس کا فیضِ اثر ہے اگر ان مدارس کا وجود نہ ہوتا تو آج ہم موجود ہوتے۔ لیکن بحیثیت مسلم نہیں بلکہ ان حیوان نما انسان کے ان تمام درندہ صفت خصوصیات کے ساتھ۔

ہندوستان میں عوامی نذرانے پر چلنے والے موجودہ شکل کے مدارس کی ابتدائی تحریک کا جائزہ لیجیے کہ کن اسباب ومحرکات کے تحت اس نظام کے حامل مدارس کا آغاز ہوا؟ دراصل اس وقت بھی یہی صورت حال تھی کہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے زمامِ اقتدار چھن چکا تھا، انگریزی قوم یہاں کے ہر سیاہ وسفید کی مالک ہوچکی تھی، اگر انہیں مستقبل میں اپنے اور اپنے اس آمرانہ حکمرانی کے بیچ کوئی چیز سب سے بڑی رکاوٹ اور حائل نظر آرہی تھی تو وہ یہاں کی غیور، باحمیت اور زندہ دل مسلمانوں کی تھی چونکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ مسلمانوں کو ان کی موجودہ خفت وذلت سے نکال کر انھیں رفعت وبلندی کے اوجِ ثریا پر کوئی چیز پہونچا سکتی ہے تو وہ ہے ان کا ایمان وایقان اوران کی دینی حمیت۔

انھوں نے اس کے لیے اس کے لیے حکومت کے ماتحت چلنے والے تمام تعلیمی اداروں کے نصاب ونظام میں حذف واضافہ شروع کردیا اس نصابِ تعلیم کی تبدیلی اور ترمیم کا راست اثر مسلمانوں کے ایمان وعقیدہ پر ہورہا تھا وہ اپنی تہذیبی خصوصیات سے دستبردار ہوکر بحیثیت قومِ مسلم کے اپنا وجود کھو رہے تھے اس وقت بھی مدارس ومکاتب کی تحریک ہی کے ذریعہ اسلام کا بچاؤ ممکن ہوسکا۔

مدارس کی اہمیت وضرورت اور مسلم معاشرے پر ان کے احسان عظیم کا تذکرہ کرتے ہوئے، علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: ''ہم کو یہ صاف کہنا ہے کہ عربی مدرسوں کی جتنی ضرورت آج ہے کل جب ہندوستان کی دوسری شکل ہوگی اس سے بڑھ کر ہوگی یہ ہندوستان میں اسلام کی بنیاد اور مرکز ہوں گے لوگ آج کی طرح کل بھی عہدوں اور ملازمتوں کے پھیر اور اربابِ اقتدار کی چاپلوسی میں لگے ہوں گے اور یہی دیوانے آج کی طرح کل بھی ہوشیار رہیں گے۔ اس لیے یہ مدارس جہاں بھی ہوں، جیسے بھی ہوں، ان کا سنبھالنا اور چلانا مسلمانوں کا سب سے بڑا فریضہ ہے۔ اگر

ان عربی مدرسوں کا کوئی دوسرا فائدہ ہیں تو یہی کیا کم ہے کہ یہ غریب طبقوں میں مفت تعلیم کا ذریعہ ہیں اور ان سے فائدہ اٹھا کر ہمارا غریب طبقہ کچھ اور اونچا ہوتا ہے۔ اور اس کی اگلی نسل کچھ اور اونچی ہوتی ہے۔ اور یہی سلسلہ جاری رہتا ہے غور کی نظر اس نکتہ کو پوری طرح کھول دے گی۔“

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمتہ اللہ علیہ ان مدارس کے بارے میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:

”اس وقت مدارسِ علوم دینیہ کا وجود مسلمانوں کے لیے ایسی بڑی نعمت ہے کہ اس سے بڑھ کر متصور نہیں دنیا میں اگر اسلام کے بقاء کی صورت ہے تو یہ مدارس ہیں“۔ (حقوق العلم: ۵۱)

حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ یوں فرماتے ہیں: ”یہی کہفی مدارس تھے (علماء اور طلباء کے نسبت مولانا کی خصوصی اصطلاح) جنھوں نے مسلمانوں کے ایک طبقہ کو خواہ ان کی تعداد جتنی بھی کم ہے، اعتقادی و اخلاقی گندگیوں سے پاک رکھنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔“ (الفرقان۔ افادات گیلانی: نمبر ۱۸۸ بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ۱/۴۹)

یہ مدارس معاشرے کو کیا دے رہے ہیں؟:

یہ ایسی واضح اور روشن حقیقت ہے کہ جس کا معاشرے کے حقیقی احوال سے ناواقفیت یا ایسا شخص ہی منکر ہو سکتا ہے جس نے جان بوجھ کر ان احوال سے آگہی کے باوجود اس سے آنکھیں موند لینے کی ٹھان لی ہو کہ دین کا بقاء و تحفظ، اسلامی اقدار و روایات کی پاس و حرمت، مسلمانوں کی اپنی شریعت کے ساتھ سچی وابستگی و عقیدت اور پورے معاشرے کے اصلاح و درستگی کا اگر کوئی کام انجام دے رہے ہیں تو یہی مدارس ہیں۔

جو کسی نہ کسی طریقے سے اصلاحِ امت اور بھلائی کے فروغ کے سارے کا زکو اپنے ناتواں کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہیں اور یہ مسلم معاشرے کی اسلام کے ساتھ حقیقی ربط وضبط کی برقراری کے لیے تمام ضروریات کی تکمیل (جن میں مساجد کے لیے عملی صلاحیت کے حامل مقررین اسلامی تعلیمات کی تدریس کے لیے مدرسین و اساتذہ کی فراہمی امتِ مسلمہ کے مختلف مسائل اور اس کے اسلامی حل کے لیے دارالافتاء کے قیام اور اس کے لیے باصلاحیت صاحبِ بصیرت اور دوررس نگاہ مفتیان عظام کے نظم اور امت کے اصلاح کے کاز کو تصنیف و تالیف، دعوت و تبلیغ، وعظ و ارشاد اور خانقاہی نظام کے ذریعے انقلاب برپا کرنے والے شامل ہیں) میں پوری تندہی کے ساتھ بغیر کسی شور وشغب اور پروپیگنڈے کے مصروفِ عمل ہیں۔

معاشرے کی دینی ضروریات کی تکمیل میں مدارس کی حیثیت اس کسان کی سی ہے جو زمین کے ہموار کرنے، فصل کے اُگانے، کٹائی سے لے کر اس غلہ اور اناج کے مارکیٹ پہونچنے تک اپنی ساری توانائی اور قوت اس کے پیچھے صرف کرتا ہے جو غلہ تمام انسانوں کی آسودگی اور بھوک مٹانے کا سبب بنتا ہے۔ دین کے تمام شعبوں کو زندہ، بیدار اور متحرک رکھنے میں مدارس کی یہی مثال ہے۔　　**[مطبوعہ: ماہنامہ ”دارالعلوم“ دیوبند، انڈیا، فروری 2015]**

☆☆☆☆☆

شاہ بلیغ الدین رحمۃ اللہ علیہ

خلیفۂ بلافصل رسول، امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

وہ لمحہ بھی عجیب نازک لمحہ تھا جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے پردہ فرمایا امہات المومنین، بیٹی، نواسوں، نواسیوں، چچا، چچازاد بھائی، داماد اور خسر صاحبان کے دکھ کا کون اندازہ لگا سکتا ہے؟ یہ سب تو گھر والے تھے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا حال بھی برابر کا بُرا تھا۔ یہ بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت ہی تھے۔ اہل ایماں کے لیے اس سے بڑا صدمہ کوئی اور نہیں ہوسکتا تھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے ہمیشہ کے لیے محروم ہورہے تھے۔ اسی لیے انتہائی سوگواری میں بھی ہر ایک، دوسرے کو صبر کی تلقین کررہا تھا۔ قضائے الٰہی پر بندے کی کیا مجال کہ کچھ کہے۔ اللہ تعالیٰ نے غم واندوہ کے اظہار کے لیے حدود مقرر کردیے ہیں ان سے بڑھ کر واویلا مچانے کا حکم نہیں۔ اسی لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ضبط کیے بیٹھے تھے نوحہ خوانی اور بین کسی نے نہیں کیا کہ یہ حرام ہے۔

سب سے بڑی ذمہ داری اس وقت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر تھی سبھی مؤرخین اور محدثین لکھتے ہیں کہ انھی کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی تھی کہ...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کہاں کھدے گی، کون قبر کھودے گا، غسل کون دے گا، کس طرح دے گا، تجہیز وتکفین کون کرے گا، پھر نماز جنازہ کس طرح پڑھی جائے گی؟ ایک ایک حکم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دے دیا تھا۔ یہ باتیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھیں تو سبھی گھر والوں نے سنی تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حکم نبوی کے مطابق ہر ایک کے سپرد اس کا کام کر چکے تو ''سقیفۂ بنی ساعدۂ'' کی گفتگو میں شریک ہونے کے لیے چلے۔ وہاں یہ مسئلہ زیر بحث تھا کہ اب مسلمانوں کا امیر کون ہوگا؟

اُس زمانے ہی میں نہیں آج بھی یہ صورت ہے کہ جب کسی مملکت کا سربراہ مرجاتا ہے تو فوراً دوسرے کا اعلان کردیا جاتا ہے۔ ہندوستان میں بھی یہی ہوتا ہے، ایران وچین میں بھی یہی ہوتا ہے، روس اور امریکہ میں بھی یہی ہوتا ہے۔ ''سقیفۂ بنی ساعدۂ'' مکہ کے ''دارالندوہ'' کی طرح مدینۃ النبی میں مل بیٹھنے کی ایک جگہ تھی۔ اسے ٹاؤن ہال کہہ لیجیے یا چوپال، کمیونٹی سنٹر یا پارلیمنٹ گھر، جو چاہے کہہ لیجیے۔ ہجرت نبوی سے پہلے بھی یہ جگہ قومی معاملات ومسائل حل کرنے کے لیے مل بیٹھنے کی جگہ تھی اور سب اس سے واقف تھے۔ صحابۂ کرام یہاں جمع ہوئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی اطلاع پہنچائی گئی۔ دوسرے ضروری کام انھوں نے نمٹا دیے تھے یہ بھی ضروری کام تھا اسے نمٹانے چلے۔ حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہما کو ساتھ لیا، حضرت عمرؓ، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ''وزیر'' تھے۔ ابوعبیدہؓ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''امین الامت'' کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ یہ بزرگانِ ملت ''سقیفۂ بنی ساعدۂ'' پہنچے تو گفتگو شروع ہوئی۔

ہر قسم کے جھگڑوں کا سبب دنیا کو اہمیت دینا ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تو آخرت کو اہمیت دینے والے تھے۔

جھگڑے کی باتیں منافقین، فاسقین اور فاجرین کرتے ہیں۔ مستند اور بالکل ابتدائی ماخذوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں امیر کے لیے ایک معیار مقرر کیا گیا، پھر اس کا انتخاب ہوا۔ سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دو نام تجویز کیے۔ ایک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دوسرے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا، فرمایا کہ...... یہ معیار پر پورے اترتے ہیں اور میں تصدیق کرتا ہوں کہ آخر وقت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے خوش رہے۔ جمع الفوائد کی دوسری جلد میں امام نسائی کے حوالے سے محمد بن محمد بن سلیمان نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت دی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا...... کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو حکم دیا تھا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں پھر تم میں سے کون پسند کرے گا کہ وہ ابوبکر سے آگے بڑھے؟ ہم اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں کہ ہم ابوبکر سے آگے بڑھیں۔ سبھی نے اس خیال کو پسند کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امیر منتخب ہوگئے۔ کنز العمال میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ...... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ جب یہ حکم دیا میں اس وقت وہاں موجود تھا، وہاں نہ تھا ایسا نہیں، نہ میں بیمار تھا۔ ہم اپنی دنیا کے لیے اس شخص پر راضی ہوگئے ہیں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دین کے لیے راضی ہوگئے تھے۔ سقیفۂ بنی ساعدہ کی بیعت کے بعد مدینۃ النبی میں رہنے والے صحابۂ کرام کے علاوہ آس پاس سے جو صحابۂ کرام اس موقع پر مدینہ پہنچ گئے تھے ان سب نے یہ اطلاع سنی اور کسی طرف سے کوئی اختلافی آواز نہ اٹھی۔ اس کے باوجود سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں اعلانِ عام کے لیے خطبہ دینا ضروری سمجھا۔ اس وقت مسجد نبوی کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ انھوں نے سقیفۂ بنی ساعدہ کی رپورٹ بیان کرنے کے بعد فرمایا...... اگرچہ کہ میری بیعت ہو چکی ہے لیکن سچ یہ ہے کہ میں اس گرانبار ذمہ داری کا اہل نہیں اس لیے میری معذرت قبول کیجیے اور کسی اور کو جگہ کے لیے منتخب کر لیجیے!...... یہ کہہ کر وہ منبر سے اتر گئے۔ صحابۂ کرام نے انھیں پکڑ کر پھر سے منبر پر لا کھڑا کیا۔ ہر طرف سے آوازیں بلند ہو رہی تھیں کہ...... ہم سب آپ کی ذات پر متفق ہیں، آپ ہی ہمارے امام ہیں! یہ کہتے ہوئے لوگوں نے پھر ان کے ہاتھ پر بیعت شروع کی۔ طبری نے لکھا ہے کہ...... اس موقع پر سب سے پہلے بیعت کرنے والے سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔

صحابۂ کرام کے بارے میں قرآن نے کہا...... **مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (الفتح، ۲۹)** ...... کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی تو رزمِ حق و باطل میں فولاد اور حلقۂ یاراں میں ریشم کی طرح نرم تھے۔ یعنی ایک ہی رنگ تھا جس میں میر اور سپاہ رنگے ہوئے۔ اسی لیے انھیں یہ سند ملی کہ...... رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ (البیّنہ)، یعنی اللہ ان سے خوش اور وہ مالک الملک سے ہر طرح راضی! جنھوں نے اللہ کے نظم کو نہ توڑا، ان پر یہ الزام کہ مسندِ خلافت کے لیے لڑ پڑے؟ یہ جھوٹ کی بدترین مثال ہے ذرا سوچیے کہ مسندِ خلافت پر بیٹھ کر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو کیا ملا؟...... کوئی مالی فائدہ؟ جاگیر؟ منصب؟ انھیں نہیں تو ان کی اولاد کو کوئی عہدہ ملا؟ کوئی جاگیر ملی؟ کوئی وزارت؟ سفارت؟...... نہیں! تو پھر تاریخ کو مسخ کرنے والے اللہ کو کیا منہ دکھائیں گے؟

تفو بر تو اے چرخِ گرداں تفو!

(طوبیٰ: ۵۷تا۶۰)

افادات: قائدِ احرار جانشینِ امیر شریعت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ مرتب: سید عطاء المنان بخاری

ارمغانِ ابوذر

چمن اسلام کے پھولوں کی مہک:

”شجرِ اسلام یقین ونجات کے سایہ وثمر کا ابدی ضامن ہے۔ اسلام کا چمن محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مقدس خون کی ابدی حرارتوں سے سرسبز وشاداب ہے۔ اس پر کبھی خزاں نہیں آسکتی۔ اس کے پھولوں کی مہک ان کی تازگی، ان کا رنگ وبو سدا بہار ہے۔

اس کی نشاط آفرین، انبساط انگیز اور سکون پرور ہوائیں تمام موسموں اور تمام زمانوں کو محیط ہیں، تہ در تہ تاریخ کے بوسیدہ اوراق اس پر شاہدِ عدل ہیں کہ جب بھی مرغزارِ اسلام کی بہاروں سے اپنوں اور بیگانوں نے استفادہ کے لیے دیدۂ بینا کھولے تو یہ روح وجاں میں اُتر گئیں، اس نے ضمیر ووجدان کو حیاتِ نَو عطا کی اور پژمردہ اخلاق کے مردہ پیکر، حیات طیبہ پا کر زندہ وجاوید ہوگئے۔

آؤ! آگے بڑھو، ایک ہی قدم بڑھو، یہ دس قدم بڑھ کر آپ کو گلے لگالے گا۔ ظلمتوں سے نکال کر نور کی وادی میں اتار دے گا۔ فنا کی گھاٹیوں سے بچا کر فرازِ عظمت کا شہ نشین بنادے گا۔

[خطاب: گوجرانوالہ، ۵/فروری ۱۹۷۹ء]

مقامِ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین:

☆ جس شخص نے توحید، رسالت اور قیامت کے اقرار کے باوجود صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی حرمت وعظمت اور وجاہت وعزت کا اقرار نہیں کیا وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو بہت ہی چھوٹا ہے۔

☆ اور جو شخص صحابۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتماد نہیں کرتا وہ فہمِ قرآن، فہمِ شریعت اور اُسوۂ رسول کی حقیقتوں کا زندگی بھر شناسا نہیں ہوسکتا۔

☆ صحابہ کی معرفت دین شناسی کی اساسِ اوّل اور صحابہ کا اتباع انسانوں کو شریعت کے بحرِ ذخار کا شناور بنادیتا ہے۔

☆ صحابہ، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مطہرہ کے اوّلین پاکباز گواہ ہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ظاہر وباہر پر شاہد عادل ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کے ارواح واجسام کے خزاں رسیدہ چمن کو وحی الٰہی کی بہاروں سے سجایا اور سنوارا ہے۔

☆ جس نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نہیں پہچانا وہ بے بصیرت، مقام صدیقیت اور خلافتِ بلافصلِ رسول کیا سمجھے۔

☆ جس نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو نہیں پہچانا وہ بے ہنر، عدل واحسان اور فیصلہ وانصاف کیا جانے۔

☆ جس نے عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کو نہیں پہچانا وہ بے بصر، حیاء وغناء اور انتخابِ خلیفہ کی حقیقت کیسے سمجھ سکتا ہے۔

☆ جس نے علی رضی اللہ عنہ کو نہیں سمجھا، وہ بےؔتق جان ہی نہیں سکتا کہ قضاء کیا ہے اور قاضی کون ہوسکتا ہے۔

☆ جس نے حسن رضی اللہ عنہ کو نہیں جانا، وہ کور بصر کیا جانے کہ فکر وتدبر کیا ہے اور اجتماعیت واصلاح کا قرینہ کیا ہے اور فتنوں کو کیسے مٹایا جاسکتا ہے۔

☆ جس نے حُسین رضی اللہ عنہ کو نہیں پہچانا، وہ غیرت وحمیت، جرأت وشجاعت، صبر واستقامت اور قربانی وایثار کے مقام ومفہوم سے ناآشنا ہے۔

☆ اور جس کج فکر ودوں نہاد نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو نہ جانا وہ کیا جانے کہ حلم وسخاوت کسے کہتے ہیں، بیگانے کیسے آشنا بن جاتے ہیں، دشمن کیونکر دوستی کے حلقہ بگوش ہوجاتے ہیں۔ مروّت وحسنِ سلوک کیا ہوتا ہے اور سیاستِ شرعیہ کیا ہے۔

[خطاب: ملتان، جنوری ۱۹۸۰ء]

قلبِ مُزکّٰی، روحِ مُصفّٰی اور ضمیرِ مُجلّٰی:

اگر انسان چاہتا ہے کہ اس کے قلب، اس کی روح، اس کے ضمیر اور اس کے وجدان پر نزولِ حق ہوا، اور وہ مَہبطِ حق بنے تو اس پر واجب ہے کہ حیوانی خواہشوں اور لذتوں کے غبار کی دبیز تہوں میں دبے ہوئے نفس کی سسکیوں کو سنے اور اُسے ان بلاؤں کے چنگل سے چھڑائے۔ نفس کو اس دلدل سے نکالے اور دماغ کو شیطانی وسوسوں سے پاک کرے۔

غلط عقائد، من گھڑت افسانوں، جھوٹی سماجی اقدار، کذابوں کی روایات، لبرل ازم کی خرافات، جدیدیت کے جھاڑ جھنکار سے دنیاءِ دل کو پاک کرے۔ یہ کوڑا کرکٹ باہر پھینک دے اور اس کائنات کے آخری تخت نشین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیّبہ کے جواہرِ آب دار کی روشن روشن، طاقت ور کرنوں سے اپنی روح، اپنے وجدان اور اپنے ضمیر کے ظلمت کدہ کی تاریکیوں کو مار بھگائے...... جو انسان اپنی داخلی مزاحمت کے کرب والم کی ان کیفیتوں میں کامیاب ہوجاتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ جسے کبھی کسی نے نہیں دیکھا، وہ اپنے آپ انسان کے قلبِ مُزکّٰی روحِ مُصفّٰی اور ضمیر ووجدانِ مُجلّٰی کی راہداریوں سے گزرتا ہوا نفسِ منکسر کا مہمان گرامی نہ بن جائے۔

وَ فِیۡٓ اَنۡفُسِکُمۡ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ (الذاریات: ۲۱) اور تمہاری اپنی ذات کے اندر نشانیاں ہیں، کیا تم دیکھتے نہیں

أَنَا عِنْدَ مُنكَسِرَةِ الْقُلُوْبِ. (الحديث القدسی) (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) میں شکستہ دلوں کے نزدیک ہوں

[خطاب: ملتان، ۲۵؍فروری ۱۹۷۲ء]

علم اور اخلاق کی تشکیل:

جو کچھ پڑھا، دیکھا اور سنا جائے گا اس سے دل و دماغ میں ایک کیفیت پیدا ہوگی۔ یہ شعور حاصل ہوگا کہ یہ کام یوں کرنا چاہیے اور یوں نہیں کرنا چاہیے۔ جیسے کسی عمارت، کالونی یا شہر کا نقشہ پہلے تیار ہوتا ہے، پھر اُس کے مطابق تعمیر ہوتی ہے۔

اسی طرح جو علم آپ پڑھتے ہیں، اس سے اخلاق کا نقشہ بنتا ہے۔ جو تاثر انسان کے دل و دماغ پر نقش ہوتا ہے اور جو کچھ وہ آئندہ زندگی میں تعمیر کرتا ہے وہ علم ہی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ علم کا ظہور عمل ہے، علم ذریعہ ہے اخلاق کی تشکیل کا اور اخلاق ذریعہ ہیں اعمالِ صالحہ کے مرتب ہونے اور میدانِ عمل میں کودنے کا۔

[طلباء سے خطاب: رحیم یار خان، ۲۳؍اگست ۱۹۹۰ء]

احرار کا کردار:

احرار کا مقصد مجاور پیدا کرنا نہیں، مجاہد تیار کرنا ہے۔ یہ ہمارا کردار ہے اور ہمارے اس کردار پر تریسٹھ برس کی تاریخ شاہد عادل ہے کہ ہم نے طوفانوں کا رخ موڑا اور حوادث کا منہ توڑا ہے۔ ہم نے سید احمد شہید اور شیخ الہند کی وراثت سنبھالی ہے۔ ہم نے دشمن کے خرمن کو آگ لگائی ہے۔ ہم سیلِ بے پناہ بن کر نکلے اور فرنگی سامراج کے اقتدار کو بہا کر لے گئے۔

احرار ایسے جیالے مائیں روز روز نہیں جنا کرتیں۔ احرار کا طرۂ امتیاز ہی یہ ہے کہ وہ اللہ کے دین اور شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر پھانسیوں پر جھول گئے، گولیوں کے سامنے سینہ سپر ہو گئے، سنتِ یوسفی (علیہ السلام) ادا کرتے کرتے جانیں وار گئے، بیویوں اور بچوں کو دین پر قربان کر گئے، خبیب، ابن عدی، عاصم قاری، طلحہ اور ابودجانہ رضی اللہ عنہم کی اتباع میں تحفظِ حرمتِ رسول و ختمِ نبوّت کا فرض ادا کرتے کرتے قربان ہو گئے۔

ہم نے کبھی اغیار سے مفاہمت نہیں کی، ہم نے سیاسی مفادات کی زلہ ربائی میں حق اور اہلِ حق کو کبھی قربان نہیں کیا۔ ہم نے دینی مفاد پر مجلس احرار کے سیاسی مفادات کو ہمیشہ قربان کیا ہے۔ ہم حکومتِ الٰہیہ کی منزل کے راہی ہیں اور اس راہ میں قربانی ہی قربانی ہے۔ احرار کارکن قربانیاں دیتے جائیں اور آگے بڑھتے جائیں، وہ وقت ضرور آئے گا جب منزل خود احرار کا استقبال کرے گی۔

[خطاب: خان پور، مارچ ۱۹۸۰ء]

☆......☆......☆......☆

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ (دوسری و آخری قسط)

علماءِ آخرت کی پہچان

چھٹی علامت:

چھٹی علامت علمائے آخرت کی یہ ہے کہ فتویٰ صادر کردینے میں جلدی نہ کرے۔ مسئلہ بتانے میں بہت احتیاط کرے حتی الوسع اگر کوئی دوسرا اہل ہو تو اس کے حوالہ کردے۔ ابوحفص نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عالم وہ ہے جو مسئلہ کے وقت اس سے خوف کرتا ہو کہ کل کو قیامت میں یہ جواب دہی کرنا پڑے گی کہ کہاں سے بتایا تھا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چار چیزوں سے بہت احتراز کرتے تھے۔ (۱) امامت کرنے سے (۲) وصی بننے سے (یعنی کسی کی وصیت میں مال وغیرہ تقسیم کرنے سے) (۳) امانت رکھنے سے (۴) فتویٰ دینے سے۔ اور ان کا خصوصی مشغلہ پانچ چیزیں تھیں (۱) قرآن پاک کی تلاوت (۲) مساجد کا آباد کرنا (۳) اللہ تعالیٰ کا ذکر (۴) اچھی باتوں کی نصیحت کرنا (۵) بری باتوں سے روکنا۔

ابن حصین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بعض آدمی ایسے جلدی فتویٰ صادر کرتے ہیں کہ وہ مسئلہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوتا تو سارے بدر والوں کو اکٹھا کرکے مشورہ کرتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ اتنے جلیل القدر صحابی ہیں کہ دس برس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی، جب ان سے مسلہ دریافت کیا جاتا تو فرماتے کہ مولانا الحسن سے دریافت کرو۔ [۲۱] (یہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ مشہور فقہاء اور مشہور صوفیہ میں ہیں اور تابعی ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ باوجود صحابی ہونے کے ان تابعی کا نام بتاتے ہیں) اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جب مسئلہ دریافت کیا جاتا (حالانکہ وہ مشہور صحابی اور رئیس المفسرین ہیں) تو فرماتے کہ جابر بن زید رحمۃ اللہ علیہ (جو اہلِ فتویٰ تابعی ہیں) سے دریافت کرو۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو خود بڑے مشہور فقیہ صحابی ہیں حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) پر حوالہ فرمادیتے۔ [۲۲]

ساتویں علامت:

ساتویں علامت علمائے آخرت کی یہ کہ وہ باطنی علم یعنی سلوک کا اہتمام والا ہو کہ یہ علوم ظاہریہ میں بھی ترقی کا ذریعہ ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد ہے کہ: جو اپنے علم پر عمل کرے، حق تعالیٰ شانہٗ اس کو ایسی چیزوں کا علم عطا فرماتے ہیں جو اس نے نہیں پڑھیں۔ [۲۳] اے بنی اسرائیل تم یہ مت کہو کہ علوم آسمان پر ہیں، ان کو کون اتارے گا وہ زمین کی جڑوں میں ہے، ان کو اوپر کون لائے گا یا وہ سمندروں کے پار ہیں، کون ان پر گزرے تاکہ ان کو لائے۔ علوم تمہارے دلوں کے اندر ہیں۔ تم میرے سامنے روحانی ہستیوں کے آداب کے ساتھ رہو، صدیقین کے اخلاق اختیار کرو میں تمہارے دلوں میں سے علوم کو ظاہر کردوں گا یہاں تک کہ وہ علوم تم کو گھیر لیں گے اور تم کو ڈھانک لیں گے۔ اور تجربہ بھی اس

کا شاہد ہے کہ اہل اللہ کو حق تعالیٰ شانہ وہ علوم اور معارف عطا فرماتا ہے کہ کتابوں میں تلاش سے بھی نہیں ملتے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد جس کو حق تعالیٰ شانہ سے نقل فرماتے ہیں کہ میرا بندہ کسی ایسی چیز کے ساتھ مجھ سے تقرب حاصل نہیں کر سکتا، جو مجھے زیادہ محبوب ہو، ان چیزوں میں سے جو میں نے اس پر فرض کیں (جیسا کہ نماز، روزہ، زکوۃ، حج وغیرہ یعنی جتنا تقرب فرائض کے اچھی طرح اداء کرنے سے حاصل ہوتا ہے ایسا تقرب دوسری چیزوں سے نہیں ہوتا)، اور بندہ نوافل کے ساتھ بھی میرے ساتھ تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو محبوب بنالیتا ہوں۔

اور جب میں اس کو محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ کسی چیز کو پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اس کو پورا کرتا ہوں اور وہ کسی چیز سے پناہ چاہتا ہے تو اس کو پناہ دیتا ہوں۔ [۲۴]

یعنی اس کا چلنا پھرنا دیکھنا، سننا سب کام میری رضا کے مطابق ہوجاتے ہیں اور بعض حدیثوں میں اس کے ساتھ یہ مضمون بھی آیا ہے کہ جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی کرتا ہے وہ مجھ سے اعلان جنگ کرتا ہے۔ اور چونکہ اولیاء اللہ کا غور وفکر سب ہی حق تعالیٰ شانہ کے ساتھ وابستہ ہوجاتا ہے اسی وجہ سے قرآن پاک کے دقیق علوم ان کے قلوب پر منکشف ہوجاتے ہیں اس کے اسرار ان پر واضح ہوجاتے ہیں بالخصوص ایسے لوگوں پر جو اللہ تعالیٰ کے ذکر وفکر کے ساتھ ہر وقت مشغول رہتے ہیں۔ اور ہر شخص کو اس میں سے حسب توفیق اتنا حصہ ملتا ہے جتنا کہ عمل میں اس کا اہتمام اور اس کی کوشش ہوتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک بڑی طویل حدیث میں علمائے آخرت کا حال بیان فرمایا ہے جس کو ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ''مفتاح دار السعادۃ'' میں اور ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ''حلیۃ الأولیاء'' میں ذکر فرمایا ہے اس میں فرماتے ہیں کہ قلوب بمنزلہ برتن کے ہیں اور بہترین قلوب وہ ہیں جو خیر کو زیادہ سے زیادہ محفوظ رکھنے والے ہیں۔ علم کا جمع کرنا مال کے جمع کرنے سے بہتر ہے کہ علم تیری حفاظت کرتا ہے اور مال کی تجھ کو حفاظت کرنی پڑتی ہے۔ علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے اور مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے۔ مال کا نفع اس کے زائل ہونے (خرچ کرنے) سے ختم ہوجاتا ہے۔ لیکن علم کا نفع ہمیشہ ہمیشہ باقی رہتا ہے (علام کے انتقال سے بھی ختم نہیں ہوتا کہ اس کے ارشادات باقی رہتے ہیں)۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک ٹھنڈا سانس بھرا اور فرمایا کہ میرے سینے میں علوم ہیں کاش اس کے لیے اہل ملتے۔ مگر میں ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں جو دین کے اسباب کو دنیا طلبی میں خرچ کرتے ہیں۔ یا ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں جو لذتوں میں منہمک ہیں شہوتوں کی طلب کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں یا مال کے جمع کرنے کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ غرض یہ طویل مضمون ہے جس کے چند فقرے یہاں نقل کیے ہیں۔

آٹھویں علامت:

آٹھویں علامت یہ ہے کہ اس کا یقین اور ایمان اللہ تعالیٰ شانہ کے ساتھ بڑھا ہوا ہو، اور اس کا بہت زیادہ اہتمام اس کو ہو۔ یقین ہی اصل راس المال ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یقین ہی پورا ایمان ہے۔[۲۵]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یقین کو سیکھو۔[۲۶]

اور اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یقین والوں کے پاس اہتمام سے بیٹھو،ان کا اتباع کرو تا کہ اس کی برکت سے تم میں یقین کی پختگی پیدا ہو۔

اس کو حق تعالیٰ شانہ کی قدرت کاملہ اور صفات کا ایسا ہی یقین ہو جیسا کہ سورج کے وجود کا وہ اس کا کامل یقین رکھتا ہو کہ ہر چیز کرنے والی صرف وہی ایک پاک ذات ہے اور یہ دنیا کے سارے اسباب اس کے ارادہ کے ساتھ مسخر ہیں جیسا کہ مارنے والے کے ہاتھ میں لکڑی کہ اس میں لکڑی کو کوئی شخص بھی دخیل نہیں سمجھتا،اور جب یہ پختہ ہو جائے گا تو اس کو توکل رضا اور تسلیم سہل ہو جائے گی۔

نیز اس کو اس کا پختہ یقین ہو کہ روزی کا ذمہ صرف اللہ جل شانہ کا ہے۔اور اس نے ہر شخص کی روزی کا ذمہ لے رکھا ہے جو اس کے مقدر میں وہ اس کو بہر حال مل کر رہے گا۔اور جو مقدر میں نہیں ہے وہ کسی حال میں بھی نہ مل سکے گا اور جب اس کا یقین پختہ ہو جائے گا تو روزی کی طلب میں اعتدال پیدا ہو جائے گا۔حرص اور طمع جاتی رہے گی جو چیز میسر نہ ہو گی اس اس پر رنج نہ ہو گا۔نیز اس کو اس کا یقین ہو کہ اللہ جل شانہ ہر بھلائی اور برائی کا ہر وقت دیکھنے والا ہے۔

ایک ذرہ کے برابر کوئی نیکی یا برائی ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔اور اس کا بدلہ نیک یا بد ضرور ملے گا۔وہ نیک کام کے کرنے پر ثواب کا ایسا یقین رکھتا ہو جیسا کہ روٹی کھانے سے پیٹ بھرنا،اور برے کام پر عذاب کو ایسا ہی یقینی سمجھتا ہو جیسا کہ سانپ کے کاٹنے سے زہر کا چڑھنا(وہ نیکی کی طرف ایسا ہی مائل ہو جیسا کہ کھانے پینے کی طرف اور گناہ سے ایسا ہی ڈرتا ہو جیسا کہ سانپ بچھو سے)اور جب یہ پختہ یقین ہو جائے گا تو ہر نیکی کے کمانے کی اس کو پوری رغبت ہو گی اور ہر برائی سے بچنے کا پورا اہتمام ہو گا۔

نویں علامت:

نویں علامت یہ ہے کہ اس کی ہر حرکت وسکون سے اللہ جل شانہ کا خوف ٹپکتا ہو اس کی عظمت وجلال اور ہیبت کا اثر اس شخص کی ہر اداء سے ظاہر ہوتا ہو۔اس کے لباس سے اس کی عادات سے،اس کی بولنے سے،اس کے چپ رہنے سے حتی کہ ہر حرکت اور سکون سے یہ بات ظاہر ہوتی ہو،اس کی صورت دیکھنے سے اللہ تعالیٰ شانہ کی یاد تازہ ہوتی ہو۔سکون، وقار،مسکنت تواضع اس کی طبیعت بن گیا ہو۔بیہودہ گوئی،لغو کلامی،تکلف سے باتیں کرنے سے گریز کرتا ہو کہ یہ چیزیں فخر اور اکڑ کی علامات ہیں اللہ تعالیٰ شانہٗ سے بے خوفی کی دلیل ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ علم سیکھو اور علم کے لیے سکون اور وقار سیکھو جس سے علم حاصل کرو اس کے سامنے نہایت تواضع سے رہو جابر علماء میں سے نہ بنو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری امت کے بہترین افراد وہ ہیں جو مجمع میں اللہ تعالیٰ کی وسعت

،رحمت سے خوش رہتے ہوں۔اور تنہائیوں میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خوف سے روتے ہوں۔ان کے بدن زمین پر رہتے ہوں اوران کے دل آسمان کی طرف لگے رہتے ہوں۔[۲۷]

حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ سب سے بہتر عمل کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ناجائز امور سے بچنا۔[۲۸] اور یہ کہ اللہ تعالیٰ شانہ کے ذکر سے تیری زبان تر وتازہ رہے۔[۲۹]

کسی نے پوچھا کہ بہترین ساتھ کون ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص ہے کہ اگر تو نیک کام سے غفلت کرے تو وہ تجھے متنبہ کرے اور اگر تجھے خود یاد ہو تو اس میں تیری اعانت کرے۔[۳۰]

کسی نے پوچھا کہ برا ساتھ کون ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص ہے کہ اگر تجھے نیک کام سے غفلت ہو تو وہ متنبہ نہ کرے اور تو خود کرنا چاہے تو اس میں تیری اعانت نہ کرے۔[۳۱]

کسی نے پوچھا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ شانہ سے ڈرنے والا ہو۔[۳۲]

کسی نے پوچھا کہ ہم کن لوگوں کے پاس زیادہ تر اپنی نشست رکھیں؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن کی صورت سے اللہ کی یاد تازہ ہوتی ہو۔[۳۳]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آخرت میں زیادہ بےفکر وہ شخص ہوگا جو دنیا میں فکرمند رہا ہو اور آخرت میں زیادہ ہنسنے والا وہ ہوگا جو دنیا میں زیادہ رونے والا ہو۔[۳۴]

دسویں علامت:

دسویں علامت یہ ہے کہ اس کا زیادہ اہتمام ان مسائل سے ہو جو اعمال سے تعلق رکھتے ہیں جائز ناجائز سے تعلق رکھتے ہیں۔فلاں عمل کرنا ضروری فلاں عمل سے بچنا ضروری ہے۔اس چیز سے فلاں عمل ضائع ہو جاتا ہے۔(مثلاً فلاں چیز سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔مسواک کرنے سے یہ فضیلت حاصل ہوتی ہے۔وغیرہ وغیرہ) ایسے علوم سے زیادہ بحث نہ کرتا ہو جو محض دماغی تفریحات ہوں تاکہ لوگ اس کو محقق سمجھیں حکیم اور فلاسفر سمجھیں!

گیارہویں علامت:

گیارہویں علامت یہ ہے کہ اپنے علوم میں بصیرت کے ساتھ نظر کرنے والا ہو محض لوگوں کی تقلید میں اور اتباع میں ان کا قائل نہ بن جائے۔اصل اتباع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشادات کا ہے اوراسی وجہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اتباع ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کو دیکھنے والے ہیں۔اور جب اصل اتباع حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کے جمع کرنے میں ان پر غور فکر میں بہت زیادہ اہتمام کرے۔

بارہویں علامت:

بارہویں علامت بدعات سے بہت شدت اور اہتمام سے بچنا ہے۔کسی کام پر آدمیوں کی کثرت کا جمع ہو جانا

کوئی معتبر چیز نہیں ہے۔ بلکہ اصل اتباع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور یہ دیکھنا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا کیا معمول رہا ہے؟ اور اس کے لیے ان حضرات کے معمولات اور احوال کا تتبع اور تلاش کرنا اور اس میں منہمک رہنا ضروری ہے حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ دو شخص بدعتی ہیں۔ جنھوں نے اسلام میں دو بدعتیں جاری کیں۔ ایک وہ شخص جو یہ سمجھتا ہے کہ دین وہ ہے جو اس نے سمجھا ہے اور جو اس کی رائے کی موافقت کرتا ہے وہی ناجی ہے۔ دوسرا وہ شخص جو دنیا کی پرستش کرتا ہے اسی کا طالب ہے دنیا کمانے والوں سے خوش ہوتا ہے اور جو دنیا نہ کماوے اس سے خفا ہوتا ہے۔

ان دونوں آدمیوں کو جہنم کے لیے چھوڑ دو اور جس شخص کو حق تعالیٰ شانہ نے ان دونوں سے محفوظ رکھا ہو وہ پہلے اکابر کا اتباع کرنے والا ہے۔ ان کے احول اور طریقہ کی پیروی کرنے والا ہے اس کے لیے ان اشاء اللہ بہت بڑا اجر ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ تم لوگ ایسے زمانہ میں ہو کہ اس وقت خواہشات علم کے تابع ہیں لیکن عنقریب ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ علم خواہشات کے تابع ہوگا۔ یعنی جن چیزوں کو اپنا دل چاہے گا وہی علوم سے ثابت کی جائیں گی۔

بعض بزرگوں کا ارشاد ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں شیطان نے اپنے لشکروں کو چاروں طرف بھیجا وہ سب کے سب پھر پھرا کر نہایت پریشان حال تھکے ہوئے واپس ہوئے، اس نے پوچھا کیا حال ہے؟

وہ کہنے لگے کہ ان لوگوں نے تو ہم کو پریشان کر دیا ہمارا کچھ بھی اثر ان پر نہیں ہوتا ہم ان کی وجہ سے بڑی مشقت میں پڑ گئے۔ اس نے کہا کہ گھبراؤ نہیں! یہ لوگ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ ہیں، ان پر تمھارا اثر مشکل ہے، عنقریب ایسے لوگ آنے والے ہیں جن سے تمھارے مقاصد پورے ہوں گے۔

اس کے بعد تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے زمانہ میں اس نے اپنے لشکروں کو سب طرف پھیلایا، وہ سب کے سب اس وقت پریشان حال واپس ہوئے، اس نے پوچھا کیا حال ہے؟ کہنے لگے کہ ان لوگوں نے تو ہمیں دق کر دیا ہے، یہ عجیب قسم کے لوگ ہیں کہ ہماری اغراض ان سے کچھ پوری ہو جاتی ہیں، مگر جب شام ہوتی ہے تو اپنے گناہوں سے ایسی توبہ کرتے ہیں کہ ہمارا سارا کیا کرایا برباد ہو جاتا ہے۔

شیطان نے کہا کہ گھبراؤ نہیں، عنقریب ایسے لوگ آنے والے ہیں جن سے تمھاری آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ وہ اپنی خواہشات میں دین سمجھ کر ایسے گرفتار ہوں گے کہ ان کو توبہ کی بھی توفیق نہ ہوگی، وہ بد دینی کو دین سمجھیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بعد میں شیطان نے ان لوگوں کے لیے ایسی بدعات نکال دیں جن کو وہ دین سمجھنے لگے، اس سے ان کو توبہ کیسے نصیب ہو؟

یہ بارہ علامات مختصر طریقہ سے ذکر کی گئی ہیں جن کو علامہ غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیل سے ذکر کیا ہے اس لیے علماء کو اپنے محاسبہ کے دن سے خاص طور پر سے ڈرنے کی ضرورت ہے کہ ان کا محاسبہ بھی سخت ہے، ان کی ذمہ داری بھی بڑھی ہوئی ہے اور قیامت کا دن جس میں یہ محاسبہ ہوگا، بڑا سخت دن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ شانہ محض اپنے فضل وکرم سے اس دن کی سختی سے محفوظ رکھے۔ آمین **(ماخوذ از فضائل صدقات)**

حواشی

(١) رواه الترمذی۔ و قال حدیث، غریب، کذا فی المشکوٰۃ ص: ٢٣٥، و قد روی هذا الحدیث عن معاذ بن جبل و ابی برزة الأسلمی فی الترغیب۔ و روی فی الجامع الصغیر و زیادته(حسن) انظر حدیث رقم: ٧٢٩٩ فی صحیح الجامع۔

(٢)حسن فی الجامع الصغیر و زیادته ، و مذکور فی ابن ماجة تحت الرقم : ٢٢٤ ۔(٣) المعجم الکبیر للطبرانی۔ تحت الرقم : ١١٥٣٦ ۔ (٤) رواه الطبرانی فی الکبیر والاوسط ، و رجاله مُوَثَّقُونَ۔ (٥) ترغیب و مجمع الزوائد ، قال الهیثمی : رواه الطبرانی فی الکبیر ، و فیهِ بُکَیْرُ بْنُ مَعْرُوْفٍ ، قَالَ الْبُخَارِیُّ : ارْمِ بِهٖ ، وَوَثَّقَهُ أَحْمَدُ فِیْ رِوَایَةٍ ، وَ ضَعَّفَهُ فِیْ أُخْرَی، وَ قَالَ ابْنُ عَدِیّ : أَرْجُوْ أَنَّهُ لَا بَأْسَ بِهٖ۔ (٦) رواه مسلم والترمذی والنسائی و هو قطعة من حدیث ۔ (٧) رواه البخاری و مسلم ، واللفظ له و رواه ابن أبی الدنیا وابن حبان والبیهقی من حدیث أنس و زاد ابن ابی الدنیا والبیهقی فی روایة لهما ، ویقرؤون کتاب اللّٰه و لا یعملون به ۔ (٨) أیضاً۔ (٩) ترغیب، رواه الطبرانی و أبو نعیم و قال غریب من حدیث أبی طوالة تفرد به العمری عنه یعنی عبد اللّٰه بن عمر بن عبدالعزیز الزاهد ، قال الحافظ رحمه اللّٰه و لهذا الحدیث مع غرابته شواهد ۔

(١٠) دیکھئے تفسیر ابی السعود ، سورة العلق ۔ (١١) ترغیب ، رواه ابن أبی الدنیا و البیهقی مرسلا باسناد جید ۔ (١٢) رواه البیهقی ، کتاب الترغیب و الترهیب ، فصل عن أبی هریرة رضی اللّٰه عنه ۔ (١٣) رواه الطبرانی فی الصغیر والبیهقی ۔ (١٤) رواه البزار والطبرانی فی الکبیر ۔ (١٥) ترغیب ، الزهد لأحمد بن حنبل ۔ زهد طاوس ۔ من یلقی فی النار یتأذی أهل النار بریحه فیقال له ویلك ۔ تحت الرقم : ٢٢٤٨ ۔ (١٦) عند أحمد (١٤٣) مرفوعا : (اِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَی أُمَّتِیْ کُلُّ مُنَافِقٍ عَلِیمِ اللِّسَانِ) و اسناده قوی ، و فی صحیح ابن حبان مرفوعا أیضا (٨٠) : (أَخْوَفُ مَا أَخَافُ عَلَیْکُم جِدَالُ الْمُنَافِقِ عَلِیمِ اللِّسَانِ) و أسناده صحیح ۔ (١٧) جامع بیان العلم و فضله ۔ قال العراقی فی تخریج أحادیث الاحیاء له : علقه ابن عبد البر (أی فی کتابه هذا) و أسنده ابن عدی و أبو نعیم و الخطیب فی کتاب اقتضاء العلم للعمل من حدیث معاذ فقط بسند ضعیف و رواه الدارمی موقوفاً علی معاذ بسندٍ صحیح ۔ (١٨) صحیح : أبو داود والترمذی والنسائی فی السنن الکبری ۔ (١٩) مصنف عبد الرزاق / باب أبواب السلطان ۔ (٢٠) المقاصد الحسنة للعلامة السخاوی / حرف النون ۔ (٢١) الفصول فی الأصول للجصاص / باب القول فی التابعی هلل یعد خلافا علی الصحابة ۔ (٢٢) أیضاً ۔ (٢٣) قال الحافظ العراقی : أخرجه أبو نعیم فی الحلیة من حدیث أنس و ضعفه (١٠/ ١٥) (قال أبو نعیم بعد أن ساق قصةً فی ثنایاها هذا الأثر : ذَکَرَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ هَذَ الْکَلَامَ عَنْ بَعْضِ التَّابِعِیْنَ عَنْ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ عَلَیهِ السَّلَامُ فَوَهِمَ بَعْضُ الرُّوَاۃِ أَنَّهُ ذَکَرَهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ فَوَضَعَ هَذَ الِاسْنَادَ عَلَیْهِ لِسُهُوْلَتِهٖ وَ قُرْبِهٖ)۔ (٢٤) صحیح البخاری / کتاب الرقاق / باب التواضع ۔ (٢٥) صحیح البخاری / کتاب الایمان / باب قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ بُنِیَ الاسْلَامُ عَلَی خَمْسٍ ۔ (٢٦) قال الحافظ العراقی : أخرجه أبو نعیم (٦ / ٩٥) من روایة ثَوْر بن یزید مرسلاب و هو معضل ، و ابْن أبی الدنیا فی الیقین (٧) من قول خالد بن معدان ۔ (٢٧) ذکره الغزالی عن عیاض بن غنم کما أسنده أبو نعیم فی الحلیة (١/ ١٦) ، والدیلمی

فی مسند الفردوس (٢٨٦٤) ، و لکن أخرجه الحاكم و البيهقى عن عياض بن سليمان و ضعفه ـ أفاده العراقى فى المغنى ـ (٢٨) سنن الدارمى / باب فى إعظام العلم ـ (٢٩)سنن الترمذی / کتاب الدعوات عن رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسَلَّمَ / بـاب مَـا جَاء فی فَضْلِ الذِّکرِ ـ (٣٠) روی ابن أبی الدنیا فی کتاب الاخون (٤٢) عن الحسن قال : قالو : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أیُّ الْأَصْحَابِ خَیْرٌ ؟ قَالَ” صَاحِبٌ اِذَا ذَکَرْتَ اللّٰه تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی أَعَانَکَ وَ اِذَا نَسِیْتَهُ ذَکَّرَکَ “ قَالُوْا : یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ دُلَّنَا عَلٰی خِیَارِنَا نَتَّخِذُهُمْ أَصْحَابًا وَ جُلَسَاءَ قَالَ :” نِعْمَ الَّذِیْنَ اِذَا رُؤُوا ذُکِرَ اللّٰهُ “ وهو مرسل ـ (٣١) روی البیهقی فی الشعب (١٦١٩) موقوفا علی سلمان أنه قال ضمن حدیث طویل : (وَ مِنَ النَّاسِ من اِنْ ذَکَرْتَ اللّٰهَ عِنْدَهُ لَمْ یُعِنْکَ ، وَ اِنْ نَسِیْتَه لَمْ یُذَکِّرْکَ) ، و روی البخاری فی الأدب المفرد (١٣٨) ، والخرائطی فی مکارم الأخلاق (٣٠٧) قَالَ دَاوُدُ عَلَیْهِ السَّلَامُ : (تَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْ صَاحِبٍ ، اِنْ أَنْ تَذَکَّرْتَ اللّٰهَ لَمْ یُعِنْکَ ، وَ اِنْ أَنْتَ نَسِیْتَ لَمْ یُذَکِّرْکَ) ـ (٣٢) قال العراقی : لَم أجده ، ولکن معناه صحیح ، روی البخاری (٦١٠١) ، و مسلم (٢٣٥٦) أن رسولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وسلم قال : (فواللّٰهِ اِنِّی لَأَعْلَمُهُمْ بِاللّٰهِ ، وَ أَشَدُّهُمْ لَهُ خَشْیَةً) ، و فی مصنف ابن أبی شیبة (٣٦١٧٥) ، والثقات لابن حبان (١٣٧٧١) ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَرْوَانَ قَالَ : سَمِعْتُ صَالِحًا أَبَا الْخَلِیْلِ یَقُوْلُ ، فِیْ قَوْلِ اللّٰهِ : اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (فاطر:٢٨) ، قال : (أَعْلَمُهُمْ بِهٖ أَشَدُّهُمْ خَشْیَةً لَهُ) ـ (٣٣) تقدم تخریجة فی الحدیث قبل السابق و روی الامام أحمد فی مسنده أنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ : (أَلَا أُخْبِرُکُمْ بِخِیَارِکُمْ ؟) قَالُوْا : بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ : (الَّذِیْنَ اِذَا رُؤُوا ، ذُکِرَ اللّٰهِ تَعَالٰی) والحدیث حسن ـ (٣٤) قال الحافظ العراقی : لَم أجد له أصلاً بجملته فی الأحادیث المرفوعة ، ولأول الجملة شاهد فی صحیح ابن حبان (٦٤٠) من حدیث أبی هریرة عن النَّبِیّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ یَرْوِی عَنْ رَبِّهٖ جَلَّ و عَلَا قَالَ : ” وَ عِزَّتِیْ لَا أَجْمَعُ عَلٰی عَبْدِیْ خَوْفَیْنِ ، وَ لَا أَجْمَعُ لَهُ أَمْنَیْنِ ، اِذَا أَمِنَنِیْ فِی الدُّنْیَا أَخَفْتُهُ یَوْمَ القِیَامَةِ وَ اِذا خَافَنِیْ فِی الدُّنْیَا أَمَّنْتُهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ “ ـ والحدیث حسن وهو أیضا عند ابن المبارک فی الزهد (١٥٧) واللفظ له ـ

☆......☆......☆

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی
(تیسری قسط)

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ

حالات وخدمات

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے والد سیدنا حکم رضی اللہ عنہ اور دیگر افراد کنبہ کے ساتھ زیادہ تر مکہ مکرمہ اور طائف میں ہی قیام پذیر رہے۔ سیدنا حکم رضی اللہ عنہ کا تعلق قریش کی شاخ بنوامیہ سے تھا۔ بڑا خاندان ہونے کی وجہ سے اس کے کچھ افراد مکہ اور مدینہ کی طرح طائف میں بھی مقیم تھے۔

مکہ کے جنوب مشرق میں جبل غزوان پر واقع ”طائف“ عرب کے قدیم ترین شہروں میں سے ایک ہے۔ طائف اچھی آب وہوا اور زرخیزی وشادابی کے لیے مشہور ہے۔ یہاں پھل دار درختوں کی کثرت ہے۔ زیادہ تر انگور، منقی، کیلا اور انار پیدا ہوتا ہے۔

طائف ایک سرد علاقہ ہے۔ اس لیے زمانہ قدیم سے یہ شہر اہل مکہ کا ”مصیف“ یعنی گرمائی مقام رہا ہے۔ آج کل بھی یہ سعودی حکومت کا صدر مقام ہے۔ اکثر رؤساء مکہ نے موسم گرما گزارنے کے لیے طائف میں اپنے مکانات تعمیر کر رکھے تھے۔ ان میں حضرت حکم رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ چنانچہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے مکہ اور طائف ہی میں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ فنِ کتابت میں بھی مہارت حاصل کی۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں سیدنا مروان رضی اللہ عنہ بوجہ صغرسنی کوئی نمایاں خدمات انجام نہیں دے سکے البتہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی صلاحیتیں بھی نکھر کر سامنے آتی گئیں سیدنا مروان رضی اللہ عنہ بڑے زیرک، معاملہ فہم، اچھے منتظم اور نہایت ہی جرأت مند انسان تھے۔ ان کی انھی دینی، انتظامی اور اخلاقی خوبیوں اور اوصاف کی وجہ سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت راشدہ میں انھیں مکّہ مکرّمہ اور طائف کا حکمران مقرر کر دیا۔ ملاحظہ ہو:

[”مسجد نبوی کے پاس صحابہ کے مکانات“، ص:۴۷، مؤلفہ: ڈاکٹر محمد الیاس عبدالغنی]

ایک موقع پر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے انھیں ”البحرین“ کا والی وحاکم بھی مقرر کیا تھا۔ چنانچہ قدیم مؤرخ خلیفہ بن خیّاط بحرین کے والیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”**ومن ولّا تہٗ علیھا مروان بن الحکم**“ [تاریخ خلیفہ بن خیاط، الجزء الاوّل، ص:۱۵۹۔ تحت تسمیۃ عمال عثمانی]

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں جو لوگ بحرین کے والی وحاکم بنائے گئے تھے ان میں سیدنا مروان رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ اس دور میں جہاد وعسکریت کے محاذ پر بھی سرگرم رہے افریقہ کی جنگ میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کی امداد اور کمک کے لیے مدینہ منورہ سے جو عظیم لشکر بھیجا تھا ان میں سیدنا مروان رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ ملاحظہ ہو: [فتوح البلدان، ص:۲۳۴، تحت عنوان ''فتح افریقہ'']

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے تدین وتقویٰ کا اندازہ اس بات سے بھی بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ءراشد نے اپنی بیٹی ام ابان الکبریٰ کا نکاح ان کے ساتھ کردیا تھا۔ ان سے ان کی اولاد بھی ہوئی اور ان ہی کی زوجیت میں وہ فوت بھی ہوئیں۔ ملاحظہ ہو: [نسب قریش، ص:۱۱۲، تحت اولاد عثمان رضی اللہ عنہ]

اس کے بعد سیدنا مروان رضی اللہ عنہ ۶۴ھ کے اوائل تک مدینہ منورہ ہی میں قیام پذیر رہے۔ موصوف نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں تیس سال سے زائد عرصہ تک جس مکان میں قیام فرمایا اس کے متعلق ڈاکٹر محمد الیاس عبدالغنی صاحب لکھتے ہیں کہ:

سیدنا مروان بن حکم رضی اللہ عنہ اور ان کا مکان:

آپ کا مکان عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے مکان سے مغرب اور مسجد نبوی سے جنوبی جانب واقع تھا۔ کچھ حصہ مسجد کی مغربی جانب مڑکر ''باب السلام'' تک آتا تھا۔ مروان رضی اللہ عنہ کے بعد اس مکان کو مدینہ کے حکام نے اپنا مرکز بنایا۔ جو مدینہ کا گورنر بن کر آتا وہ اسی میں قیام کرتا پھر اس جگہ پر ''مدرسہ بشیریہ'' بنادیا گیا جو حکومت سعودیہ کی پہلی توسیع تک [جو شاہ عبدالعزیز کے زمانہ میں ۱۳۷۲ھ میں ہوئی تھی] باقی رہا لیکن اس توسیع کے بعد اس مدرسہ کا کچھ حصہ مسجد کی جنوبی شاہراہ میں ضم ہوگیا اور کچھ حصہ پر ''محکمہ شرعیۃ'' کی عمارت بنائی گئی بعد میں یہ محکمہ بھی خادم حرمین شریفین شاہ فہد کی توسیع کے دوران منہدم کرکے اس کی زمین کو جنوبی ہال اور جنوبی صحن میں شامل کرلیا گیا۔'' [مسجد نبوی کے پاس صحابہ کے مکانات ص۷۴۔۷۵]

یہ ملحوظ رہے کہ فاضل مصنف نے اس کتاب میں نہایت ہی محنت اور عرق ریزی سے مسجد نبوی کے پاس سقیفہ بنو ساعدہ، جنازہ گاہ اور بقیع کے علاوہ جنوباً، شمالاً، شرقاً وغرباً صحابہ کے پچاس مکانات کا محل وقوع محفوظ کیا ہے۔

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ بحیثیتِ کاتب:

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ عہدِ عثمانی میں مختلف علاقوں میں ایک والی وحاکم اور اسلامی جنگوں میں ایک مجاہد اسلام کی حیثیت سے گراں قدر خدمات سرانجام دے چکے تھے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے ضعف کے پیش نظر اپنی خلافت کے آخری دور میں بحیثیت ''کاتب'' اپنے پاس مدینہ منورہ میں ہی روک لیا مگر اس منصب کو عصر حاضر کی اصطلاح میں ''سیکرٹری'' یا ''چیف سیکرٹری'' کی مانند سمجھنا بالکل خلاف واقع ہے کیونکہ قبل ازیں خود سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے جبکہ سیدنا زید بن ثابت انصاری، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لیے اسی منصب پر اپنے فرائض سرانجام دے چکے تھے اور انھیں کسی ''مؤرخ'' نے بھی سیکرٹری یا چیف سیکرٹری قرار نہیں دیا۔ البتہ بنوعباس کے دور

میں '' کاتب '' کے منصب کو زیادہ اہمیت دی گئی۔

چنانچہ قدیم مؤرخ خلیفہ بن خیّاط لکھتے ہیں کہ:

'' ......وکاتبه مروان بن الحکم'' [تاریخ خلیفہ بن خیاط۔ الجزء الاول ص ۱۵۷، تحت عمال عثمانی]

اور مروان بن حکم رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے کاتب تھے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی تو سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کا تعارف '' کاتب '' کے منصب سے ہی کراتے ہیں:

''مروان بن الحکم ......وهو ابن عم عثمان رضی اللّٰه عنه وكاتبه فی خلافته......''

[الاصابه الجزء الثالث، ص: ۴۷۷ تحت حرف المیم القسم الثانی]

مروان بن حکم رضی اللہ عنہ ......سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے چچا کے بیٹے ہیں اور ان کے عہدِ خلافت میں ان کے کاتب رہے ہیں۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کو کسی قرابت کی بناء پر کسی بھی منصب پر ہرگز فائز نہیں فرمایا تھا بلکہ میرٹ اور اہلیت کے پیشِ نظر انھیں مختلف اوقات میں مختلف عہدوں پر مقرر فرمایا اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے انتخاب کو صحیح ثابت کر کے دکھایا۔ اسی طرح '' کاتب '' کا عہدہ بھی انھیں اہلیت وقابلیت کی بنیاد پر ہی دیا گیا۔

علامہ عبدالرحمٰن ابن خلدون (م ۸۰۸ھ) '' کاتب '' کے اوصاف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''خوب یاد رکھیے کہ کاتب کو اونچے طبقے کا ہونا ضروری ہے۔ اس کے لیے مروت وحیا اور وسعتِ معلومات کا ہونا بھی لازمی ہے اور بلاغت میں تو اپنی مثال آپ ہو۔ کیونکہ سلاطین کی مجلسوں میں جو شاہی احکام جاری ہوتے ہیں ان کی گہرائی تک پہنچنے اور ان کے نتائج مرتب کرنے کے لیے وسیع معلومات کی بے حد ضرورت ہے۔

علاوہ ازیں شاہی مجالس میں اٹھنے بیٹھنے کے لیے اعلیٰ قسم کے آداب واخلاقِ فاضلہ کی انتہائی ضرورت ہے اور حسبِ مقاصد فرامین لکھنے میں بلاغت واسرارِ بلاغت کی بھی بہت زیادہ ضرورت ہے......

(اس کے بعد علامہ ابن خلدون '' کاتب کے شرائط '' کے حوالے سے عبدالحمید کاتب کا ایک طویل خط نقل کرتے ہیں جو انھوں نے کاتبوں کو لکھا تھا۔ اس میں سے چند امور نذر قارئین کیے جاتے ہیں:)

حق تعالیٰ تمھاری حفاظت فرمائے، تمھیں اپنی رحمت میں گھیرے، تمھیں نیک عملوں کی توفیق دے اور ہدایت پر قائم رکھے......

اللہ تعالیٰ نے تمھیں بے حد شریف پیشہ بخشا ہے تمھیں ادیب وعالم اور اربابِ مروّت ومتانت بنایا، خلافت میں تمھاری ہی بدولت چار چاند لگتے ہیں وہ خوبصورت بنتی ہے، اس کے تمام کام ٹھیک ٹھاک رہتے ہیں اور حق تعالیٰ صرف تمھاری خیر خواہی کی وجہ سے لوگوں کے لیے سلطان کی اصلاح فرماتا ہے اور تمھارے ملک آباد رہتے ہیں......

اے کاتبو! آداب کی تمام قسموں کی طرف رغبت کرو، سب کو شوق سے سیکھواور دینی علم حاصل کرو، اس میں گہری سمجھ پیدا کرو پہلے اللہ کی کتاب کا علم (تفسیر اور فرائض پڑھو) پھر عربی اور اس سے متعلقہ علوم سیکھو کیونکہ اسی سے تمہاری زبانیں صحیح و درست ہوتی ہیں۔ پھر خوش خطی میں کمال پیدا کرو کیونکہ خوش خطی تمہارے خطوط کا حسن و جمال اور زیور ہے۔ عربی اشعار زیادہ سے زیادہ یاد رکھو، مشکل اشعار پہچانو۔ ان کے معانی سمجھو عرب وعجم کی تاریخیں پڑھو اور ان کے واقعات ومعاملات جانو کیونکہ یہ باتیں تمہارے پیشہ کے لیے معاون ہیں......''

[مقدمہ ابن خلدون، حصہ دوم، ص: ۸۵تا۸۸، مطبوعہ: نفیس اکیڈمی کراچی]

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے بحیثیت ایک ''کاتب'' بھی اپنے فرائض بطریق احسن سرانجام دیے اس پورے دور میں ان کی ذات اور اہلیت پر کوئی سوال نہیں اٹھایا گیا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے چند دن قبل ان کی طرف جو جعلی خط منسوب کیا گیا ہے اس کی حقیقت کو ایک مستقل مضمون میں طشت از بام کیا جائے گا (ان شاءاللہ)

محاصرہ عثمانی کے وقت سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کا کردار:

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت بارہ سالوں پر محیط ہے اور اسلامی سلطنت کا رقبہ دورِ فاروقی کے رقبہ (۲۲ لاکھ مربع میل) سے دوگنا بڑھ کر ۴۴ لاکھ مربع میل تک وسیع ہوگیا تھا۔ اسلام کی سرعت سے یہ ترقی یہود ومجوس کو ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی۔ اس لیے ان کی شہ پر کوفہ، بصرہ اور مصر کے بلوائیوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت سے معزولی اور استعفیٰ کا مطالبہ کرتے ہوئے دارالخلافہ مدینہ منورہ کی طرف ''لانگ مارچ'' کر دیا۔ یہاں پہنچنے کے بعد انھوں نے باقاعدہ ''قصرِ خلافت'' کا محاصرہ کر لیا یہ محاصرہ دو قسطوں میں ۴۹ دن، ۴۰ دن، ۲۲ دن (علیٰ اختلاف الاقوال) تک جاری رہا۔

گھر سے باہر حفاظت کے لیے حضرات عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، حسن بن علی، حسین بن علی اور مروان بن حکم رضی اللہ عنہم برابر موجود رہے اور بلوائیوں کی سنگ باری اور حملوں سے متعدد مرتبہ زخمی بھی ہوئے چنانچہ علامہ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ:

''وجرح عبداللّٰہ ابن الزبیر رضی اللّٰہ عنه جراحات کثیرة وکذٰلک جرح حسن بن علی رضی اللہ عنه ومروان بن الحکم''　　　　[البدایہ والنہایہ، جلد: ۷، ص ۱۸۸]

اور سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما شدید زخمی ہوئے اسی طرح سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور سیدنا مروان بن حکم رضی اللہ عنہما بھی شدید زخمی ہوئے۔

مفتی زین العابدین سجاد میرٹھی لکھتے ہیں کہ:

''......ان محافظین کی مفسدین سے کئی مرتبہ جھڑپیں ہوئیں۔ مروان تو اس قدر زخمی ہوا کہ زندگی کی کوئی توقع نہ رہی''

[تاریخ ملت، جلد: اوّل، ص ۲۴۷]

بالآخر اسی محاصرے کے دوران سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ انتہائی بے دردی کے ساتھ شہید کر دیے گئے جن کی مظلومیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ ان کی نماز جنازہ میں شرکا کی تعداد سترہ سے متجاوز نہ تھی، زبیر بن عوام، حکیم بن حزام، مروان بن حکم اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم، وغیرہم شامل تھے۔

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کی خاطر جنگ جمل میں بھی حصہ لیا جس میں زخمی و اسیر ہوئے، بعد میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی سفارش پر رہائی ملی۔

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ بحیثیت گورنر:

ربیع الاول ۴۱ھ میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت سے دست برداری کے بعد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بالاتفاق خلیفہ مقرر ہوگئے۔ دورِ مرتضوی رضی اللہ عنہ میں غیر جانب دار صحابہ و تابعین سمیت جملہ حضرات نے برضا ورغبت ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ تاریخ اسلام میں اس سال کو ''عام الجماعۃ'' کا نام دیا گیا۔ اسی سال سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اپنے بھائی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر افرادِ خاندان کے ساتھ واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ نے اپنے بیس سالہ دورِ خلافت میں سیدنا مروان رضی اللہ عنہ، سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ اور سیدنا ولید بن عتبہ رضی اللہ عنہ کو باری باری مدینہ منورہ کا گورنر مقرر کیا۔ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ مختلف اوقات میں تقریباً ۱۱ سال تک گورنر رہے۔

حافظ ابن عبدالبر (م ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں کہ:

جب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو امرِ خلافت سونپا گیا تو انھوں نے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا گورنر مقرر کر دیا پھر مدینہ کے ساتھ ساتھ مکہ اور طائف کو بھی ان کی عَلم داری میں شامل کر دیا گیا......

[الاستیعاب ، الجزء الثالث مع الاصابہ ص:۴۲۶]

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ گورنروں کی تقرری اور معزولی میں بہت حکمتِ عملی سے کام لیتے تھے۔ انھوں نے کسی بھی ایک گورنر کو ایک ہی جگہ پر مستقل طور پر مقرر نہیں کیا اسی پالیسی کے تحت مدینہ منورہ کے گورنر بھی بار بار تبدیل کیے گئے سیدنا مروان رضی اللہ عنہ ۴۱ تا ۴۷ھ اور ۵۴ تا ۵۷ھ مدینہ منورہ کے گورنر رہے۔

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ بحیثیت امیر حج:

اس دور میں دینی امور، نمازمیں امامت بالخصوص خطبہ جمعہ وعیدین دینا خلیفۂ وقت اور گورنروں کے فرائض میں شامل تھا۔ اسی ''سنت'' کے مطابق سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں گورنر مدینہ سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے پڑھائی بلکہ خود سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے گورنر مدینہ کو بایں الفاظ دعوت دی کہ:

''تقدم فلو لاأ نها سنة لما قدّ متک''

[شرح نهج البلاغة لابن أبی الحدید ، جلد: ۴ .ص ۲۵]

آپ امامت کے لیے آگے تشریف لائیں اگر یہ اسلام کی سنت نہ ہوتی تو میں آپ کو مقدم نہ کرتا۔

اسی طرح سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت علی رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ پڑھانے کے لیے گورنر مدینہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کو دعوت دیتے ہوئے فرمایا: "لو لا السنة ماتر کته یصلّی علیها"

[کتاب الجعفر یات،ص:۲۱۰،باب:'' من أحق بالصّلوٰة علی المیّت'']

اگر یہ سنت نہ ہوتی تو میں مروان رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کی اجازت نہ دیتا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے جناب محمد (بن حنفیہ)۸۱ھ میں فوت ہوئے تو ان کے لڑکوں نے خلیفہ عبدالملک بن مروان کی طرف سے مدینہ کے گورنر ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان سے مخاطب ہو کر کہا:

''نحن نعلم أنّ الامام أولیٰ بالصّلوٰة ولو لاذ لک ماقدّمناک......فتقدّم فصلّی علیه''

[طبقات ابن سعد،جلد:۵،ص:۸۶تحت تذکرہ محمد بن حنفیۃ]

یقیناً ہم جانتے ہیں کہ امام وقت اور امیر وقت امامت کا زیادہ حق دار ہوتا ہے۔اگر یہ دستور شرعی نہ ہوتا تو ہم آپ کو مقدم نہ کرتے......پھر ابان بن عثمان آگے بڑھے اور نماز جنازہ پڑھائی۔

نماز، خطبہ جمعہ وعیدین کے علاوہ حج کے مناسک بھی خلیفۂ وقت یا اس کے نامزد کردہ نمائندے کی زیر امارت وقیادت ہی ادا کیے جاتے ہیں۔سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کو اپنی امارتِ مدینہ کے دوران میں بحکم خلیفۂ وقت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ یہ سعادت حاصل ہوئی ہے کہ انھوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمۃ اللہ علیہم کو پانچ مرتبہ (۴۱ھ،۴۵ھ،۴۸ھ،۵۴ھ اور ۵۵ھ میں) بحیثیت ''امیر حج'' مناسک حج ادا کرائے۔اس دوران میں نمازوں کی امامت کے علاوہ میدانِ عرفات میں خطبۂ حج بھی دیتے رہے۔

عین الزرقاء کا اجراء:

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کے دورِامارت میں مدینہ منورہ کے باشندے کنوؤں کا پانی استعمال کرتے تھے۔سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب دمشق میں آب رسانی کا جدید نظام قائم کیا تو انھوں نے گورنر مدینہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ:

مجھے حیا آتی ہے کہ دمشق کے باسیوں کو گھر کے قریب پانی میسر ہو اور مدینہ منورہ کے باسی دور دراز کنوؤں سے پانی لائیں۔لہٰذا وہاں بھی آب رسانی کا بہتر نظام قائم کرو۔

چنانچہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے ماہرین کے مشورہ کے بعد قبا کے کنوؤں کو باہم ملایا اور ان کے پانی کو ایک

زیرِ زمین نہر میں جاری کیا جو قبا سے شروع ہو کر مدینہ منورہ سے گزرتی اور مختلف جگہ اسے اس انداز سے کھولا کہ لوگ اپنی ضرورت کا پانی لے سکیں۔ یہ نہر چودھویں صدی کے وسط تک اہل مدینہ کو سیراب کرتی رہی۔

۱۳۴۹ھ میں ملک عبدالعزیز نے ایک نگران کمیٹی تشکیل دی جس نے اس کی مرمت کی اور پھر اس میں پائپ ڈال کر آب رسانی کے ایک جدید نظام کی بنیاد رکھی تا آنکہ ہر گھر میں سرکاری پانی کا کنکشن دے دیا گیا۔ پھر پانی کے بڑھتے ہوئے استعمال کے پیش نظر سمندری پانی کو صاف کر کے اس میں ملا دیا۔ اب محکمہ آب رسانی نے مختلف علاقوں میں بیس ٹینکیاں بنا دی ہیں جہاں سے پانی سپلائی ہوتا ہے۔ سب سے بڑی اور خوب صورت ٹینکی قبا میں ہے جس کی بلندی ۹۰ میٹر ہے۔ ملاحظہ ہو: [تاریخ مدینہ منورہ مصوّر ص ۱۳۶، مؤلفہ ڈاکٹر محمد الیاس عبدالغنی]

یقیناً یہ عظیم کام (عین الزرقاء کا اجراء) سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کا صدقہ جاریہ ہے جس سے چودہ صدیوں سے لوگ برابر مستفید ہو رہے ہیں۔

مکہ مکرمہ میں حرم شریف کے نشانات جب مرورِ زمانہ سے بوسیدہ ہو کر معدوم ہونے لگے تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی تجدید کا انتظام فرمایا اسی سلسلہ میں گورنر مدینہ سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی کرز بن علقمہ خزاعی رضی اللہ عنہ اگر زندہ ہوں تو ان کو تکلیف دی جائے کہ وہ آثارِ حرم کی پھر سے پوری طرح نشاندہی کریں کیونکہ وہ ان آثار سے خوب واقف ہیں۔ اور پھر ان کے مطابق ان آثار کی تجدید وتحدید کی جائے۔

چنانچہ سیدنا کرز بن علقمہ رضی اللہ عنہ کی نشاندہی پر ان آثار کو صحیح کر کے مکمل کیا گیا۔ تا کہ اہل اسلام ان سے برکت اندوز ہوتے رہیں۔ ملاحظہ ہو: [البدایۃ والنہایۃ، جلد: ۸، ص ۱۱۵]

اسی نوعیت کا ایک واقعہ سیدنا ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی بیان کیا گیا ہے کہ:

سیدنا مروان رضی اللہ عنہ نے ان سے درخواست کی کہ وہ انھیں مدینہ منورہ کے تمام متبرک مقامات دکھا دیں تا کہ انھیں محفوظ کیا جا سکے۔

چنانچہ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے ساتھ ہو کر وہ تمام مقامات دکھا دیے، علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ:

’’أنّ مروان لـمّا كان واليا على المدنية من قبل معاوية أرسل الىٰ أبى قتادہ رضى اللّٰه عنه ليريه مواقف النبىّ صلى اللّٰه عليه وسلم وأصحابه فانطلق معه فأراه‘‘

[الاصابه الجزء الرابع ص ۱۵۹]

جاری ہے

☆......☆......☆

پروفیسر محمد حمزہ نعیم

''جو مر چکے، وہ نماز نہیں پڑھتے''

اسلامک مشنری پرائمری سکول میں پندرہ روزہ بزم ادب کا پیریڈ تھا اور عنوان تھا ''نماز'' ...... بچوں کو بزمِ ادب کی ہر تقریب سے پہلے بتا دیا جاتا اور چار سال سے دس سال تک عمر کے معصوم بچے بھرپور تیاری کر کے آتے۔ واضح بات ہے کہ ہفتہ دس دن میں بچے اپنے والدین اور اساتذہ سے متعلقہ عنوان پر معلومات حاصل کرتے رہتے۔ ہر پندرہ دن کے بعد ایک تقریب بچوں کو ہونہار اور مستعد رکھتی۔ بچے ہمیشہ اپنے ہمجولیوں سے بازی لے جانے کی کوشش کرتے...... گھر میں بچے اپنے ماں باپ کو نماز اور تلاوت کرتے دیکھتے ہیں تو بلا مطالبہ ہی الٹے سیدھے سجدے کرنے لگتے ہیں۔ لڑکے سات سال کی عمر سے پہلے ہی باپ کی انگلی پکڑ کر مسجد جانے لگتے اور معصومانہ حرکتیں کر کے دیکھنے والوں کے دل موہ لیتے ہیں۔ اللہ کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک پیغام میں اُمّت کو تاکید کی ہے کہ اپنے بچوں کو سات سال کی عمر سے ہی نماز کا حکم دو۔

آج کی تقریب میں عنوان تھا نماز، ایک بچے نے مکّی لہجے میں بہت خوبصورت لحن کے ساتھ سورۃ والتّین کی تلاوت کی، دوسرے بچے کو نعت رسول علیہ السلام پیش کرنے کے لیے بلایا گیا۔ اُس نے نعت پڑھی اور محفل کو آبدیدہ کر دیا۔ نعت کا مطلع تھا

وہ کیسا سماں ہو گا، وہ کیسی گھڑی ہو گی ۔۔۔ جب میری نظر اُن کے روضے پہ پڑی ہو گی

اب بچوں نے مذاکرے میں حصہ لینا شروع کیا۔ کسی نے چار منٹ تقریر کی، کسی نے دو منٹ مگر نہایت گرم جوشی اور محبت سے حصہ لیا۔ درجن بھر طلباء کی تقاریر کے بعد انچارج بزم طلباء جناب محمود قاسم خطاب کے لیے تشریف لائے۔ یوں تو وہ کے جی کلاس کے انچارج ٹیچر ہیں مگر کھیل ہی کھیل میں وہ بچوں کو مجاہد، غازی اور نمازی بنا دیتے ہیں۔

محمود قاسم صاحب نے آتے ہی پہلے طلبا کو متوجہ کیا، پھر یوں گویا ہوئے۔ میرے پیارے بچو! آج آپ کے ساتھیوں نے بہت حوصلہ افزا تقریریں کیں۔ میرے بیٹو! ہمارا دین اسلام ہے۔ اسلام صرف نظریہ نہیں، صرف تھیوری نہیں، یہ ایک پریکٹیکل دین ہے۔ اگر اسلام کے احکام، اخلاق، معاملات، عبادات ہمارے اندر ہیں تو ہم ''مسلم'' ہیں اور اقبال کے شاہین۔ انھوں نے ایک شعر بھی سنایا:

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں ۔۔۔ نظر آتی ہے اُن کو اپنی منزل آسمانوں میں

استادمحترم نے اسلام کے عملی پہلوؤں پر جامع اور نہایت آسان لفظوں میں روشنی ڈالی۔عبادات کے ساتھ ساتھ کسبِ حلال اور صفائی کے معاملات پر بھی بات کی مگر آج زیادہ زورعنوان کے مطابق نماز پر تھا۔انھوں نے بچوں کو متوجہ کرتے ہوئے فرمایا: بچو میری بات خوب غور سے سنو اور میرے سوالوں کا جواب دو۔آپ کے اس سوال جواب سے مزید علمی و عملی پہلو سامنے آئیں گے۔اچھا بتاؤ!

سوال: وہ کون لوگ ہیں جو نماز نہیں پڑھتے؟ جواب: (جماعت اوّل کے ایک بچے نے اجازت ملنے پر کھڑے ہو کر کہا): سر! جن کو نماز پڑھنا نہیں آتی، وہی نماز نہیں پڑھتے۔دوسرا بچہ: (جو شاید تیسری جماعت کا طالب علم تھا، اجازت ملنے پر گویا ہوا) سر! وہ لوگ نماز نہیں پڑھتے جو مسلمان نہیں ہیں۔تیسرا بچہ: نہایت معصوم اور کم سن لگ رہا تھا۔وہ چند دن پہلے نئے داخلے میں KG میں آیا تھا۔اس نے ہاتھ کھڑا کیا ہوا تھا مگر اُستاد اُس سے سوال کرتے ہوئے جھجک رہا تھا کہ وہ درست جواب نہیں دے سکے گا اور اپنے کلاس فیلوز میں اُس کی سبکی ہوگی، مگر پھر کچھ سوچ کر اُستاد نے ایک تبلیغی بھائی کے اس چار سالہ بچے کو پیار سے چمکار کر اپنے ساتھیوں کے سامنے سٹیج پر لا کھڑا کیا۔بچے نے معصومانہ ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں لیکن نہایت پُر اعتماد انداز میں جواب دیا: ”سر جی! وہ لوگ جو مر چکے ہیں وہ نماز نہیں پڑھتے۔“اسی بچے کو اوّل انعام کا مستحق قرار دے دیا گیا۔محفل اللہ اکبر اور سبحان اللہ کے نعروں سے گونج اٹھی تھی۔پہلے دونوں بچوں کو دوسرا اور تیسرا انعام مل گیا تھا۔محمود قاسم صاحب بولے بیٹا! یہ تینوں باتیں سچ ہیں۔جو مر چکے نماز نہیں پڑھتے، پڑھ سکتے ہی نہیں۔جو مسلمان نہیں وہ بھی نماز نہیں پڑھتے اور مسلمان کہلا کر جو نماز نہیں پڑھتے، اُن کو نماز آتی ہی نہیں۔جب نماز آتی ہی نہیں تو پڑھنے کی توفیق کب ملے گی؟

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان

30 اپریل 2015ء
جمعرات بعد نماز مغرب

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
(امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

نوٹ: ہر انگریزی ماہ کی آخری جمعرات کو بعد نمازِ مغرب مجلسِ ذکر و اصلاحی بیان ہوتا ہے

الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-4511961

پروفیسر خالد شبیر احمد　　　　قسط نمبر ۴۶

ورق ورق زندگی

جانشین امیر شریعت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ ۲۳؍ اکتوبر ۱۹۹۵ء کو داغ مفارقت دے گئے۔

مجلس احرار اسلام کے لیے خصوصی طور پر ان کی رحلت، امیر شریعت کی رحلت کے بعد ایک عظیم صدمہ تھا۔ جس کا اظہار الفاظ میں ممکن نہیں۔ سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ زندگی کے کئی برس گزرے۔ ان کی محفلوں میں حاضری میری زندگی کا ایک عظیم اثاثہ ہے جس پر میں جتنا بھی شکر کروں کم ہے۔ ان کی پاکیزہ زندگی ایسی داستان ہے جو کئی کتابوں پر محیط ہے۔ وہ ان لوگوں میں شمار ہوتے ہیں جو زندہ رہتے ہیں مرتے نہیں۔

ورنہ سقراط مر گیا ہوتا
اس پیالے میں زہر تھا ہی نہیں

کی مصداق وہ آج زندہ ہیں۔ انھوں نے اپنی حیاتِ مستعار میں وہ کام کیا جو کئی لوگ مل کر ایک صدی میں بھی شاید نہ کر سکتے۔ وہ جب تک زندہ رہے جذب وجنون وعشق کا عنوان بنے رہے۔ بڑے بڑے غزالی دوراں ان کے علم وفضل کے سامنے منقارِ زیرِ پر رہے۔ ان کا تجرِ علمی ضرب المثل تھا۔ ان کے سینے میں دل اور دل میں ایک درد موجود تھا۔ وہ خود ہی اس درد کا درماں تھے۔ تمام عمر مقام ومنصبِ صحابہ کے تحفظ کے لیے شعلۂ پراں بنے رہے۔ ان کے عزم واستقلال اور ان کی شرافت و دیانت پر فرشتے بھی رشک کرتے ہوں گے۔ اللہ اللہ! کیسے انسان تھے اور کیا کیا کارہائے نمایاں سرانجام دے گئے۔ دشمنوں کے لیے طوفان بے پناہ اور اپنوں کے لیے کشتۂ مہر ووفا۔ انھوں نے اپنے لیے خود کئی کٹھن راہیں چن لی تھیں جن پر وہ بڑے حوصلے کے ساتھ رواں دواں رہے۔ جنھیں کھلے پانیوں میں موجِ حوادث سے کھیلنے کا شوق ہوتا ہے، انھیں ساحلوں سے کہاں لگاؤ رہتا ہے۔ سکون ان کے لیے موت اور اضطراب زندگی بن جاتی ہے۔ اپنے مؤقف کی صداقت پر یقین انھیں لازوال اعتماد کی دولت سے مالا مال کر گیا تھا۔ ان کا ضمیر مطمئن تھا کہ وہ راہِ صداقت پر ہیں اور جن کا ضمیر مطمئن ہوتا ہے، وہ پوری دنیا سے لڑ جاتے ہیں۔ مجلس احرار پر پابندیوں کے بعد دوبارہ جماعت کا احیاء کوئی آسان کام نہ تھا۔ لیکن آپ نے یہ کام بھی کر دکھایا۔ آج جو کچھ بھی جماعت احرار کے دامن میں ہے انھی کا عطا کردہ ہے۔ جماعت احرار اور ان کی قیادت کرنے والے سبھی انھیں کے خلوص اور محنت کی کمائی ہے۔ وہی احرار کی منزل کا نشانِ راہ ہیں، جن کا ایک ایک حرف گل پیرہن تھا۔ نورِ ایمانی سے جن کے خیال وسخن دونوں منوّر تھے۔ ان کے خلوص کی قسمیں کھائی جا سکتی ہیں۔ ان کے لب جب تلاوت فشاں ہوتے سرو سمن وجد میں آ جاتے۔ ان کے پیار کی خوشبو نس نس میں مہک اٹھتی ہے۔ ان کے خیال سے ہی صحرائے زیست گلاب ونسترن بن جاتا ہے۔

ان کے لفظوں کی چاندنی کہکشاں بنی رہی۔ ان کی شیریں سخنی کانوں میں رس گھولتی رہی۔ وہ بلاشبہ صدق، مہر و وفا اور جذب وعشق کا استعارہ ہیں۔ وہ مال و دولت سے بے نیاز ہو کر زندگی بسر کر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں سکونِ قلب کی دولت سے مالا مال کر رکھا تھا۔ ان کے مسلک میں اللہ کے سوا عرض و طلب گناہ ٹھہری۔ وہ اس شعر کا مصداق تھے۔

رعنائی خیال کو رسوا نہ کیجیے
ممکن بھی ہو تو عرضِ تمنا نہ کیجیے

ان کی نگاہ کی کرنوں کی ضوفشانی نے مجھ جیسے کئی بے کمال لوگوں کو حسنِ کمال عطا کیا۔ ان کی قربت میں ڈھل کے ایک عجیب لطف محسوس ہوتا تھا۔ ان کا صدق، جنوں کی شکل اختیار کر گیا تھا اور ان کے اس جنون میں نہ جانے کیا کیا ہستیاں جلوہ افروز رہتی تھیں۔ انھوں نے تمام عمر فقرِ بوذری میں بسر کی اور ان کی بہارِ زیست ان کے اپنے دل کی شادابی تھی۔ ان کے وجود کو اللہ نے اپنی رحمتوں سے معراجِ بندگی سے نوازا تھا۔ ان کی جبینِ عجز پر فقر و مستی کے نشان ہویدا تھے۔ ان کا ظاہری حسن، باطنی حسن سے تابناک تھا۔ وہ ایسے درویش خدامست تھے کہ جن کی آستینوں میں تابشِ مہر و ماہ، پاؤں کی ٹھوکر میں سطوتِ کج کلاہ اور لب پہ نعرۂ لا الٰہ الاّ اللہ ہوتا ہے۔ ان کی موت پر ایمان صفت انسانوں کی آنکھیں ہی نہیں دل بھی روتے رہے۔ اور زبان دل سے کہتے رہے۔

ڈھونڈے ہے اس مغنّیِ آتش نفس کو جی
جس کی صدا ہو شعلۂ برقِ فنا مجھے

میں ان دنوں ملتان میں ہی تھا کہ دارِ بنی ہاشم میں جماعت احرار کی مجلس شوریٰ کی میٹنگ تھی جس میں شرکت کے لیے میں دو دن پہلے ہی ملتان پہنچ گیا تھا۔ وہ ایک عرصے سے بیمار تھے۔ کئی دفعہ ان سے ملاقات بھی ہوئی بیماری کے باوجود اس طرح باتیں کرتے تھے اور ہر آنے والے کے دل کو دین کی حرارتوں سے تابناک کرتے رہتے تھے۔ جس دن وہ اس دارِ فانی سے رخصت ہوئے، میں ڈاکٹر اسلم انصاری کے گھر میں مقیم تھا کہ رات گیارہ بجے کے قریب دارِ بنی ہاشم سے فون آیا کہ ان کی حالت ٹھیک نہیں۔ سمجھ گیا کہ اب یہ دُرِ نایاب ہم سے رخصت ہو کر دامنِ رحمت میں پناہ لینے والا ہے۔ دفعتاً اس اطلاع پر نہ جانے کتنی دیر تک میں ان کی محفلوں کی یاد میں بیٹھا آنسو بہاتا رہا۔ ان کی ایک ایک بات دل کے اندر گنگناتی، مجھے رلاتی رہی۔ ۲۴؍ اکتوبر کو صبح جب دارِ بنی ہاشم پہنچا تو خبر سن لی کہ آپ اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے ہیں یہ خبر شہر میں ہی نہیں پورے ملک کے اندر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔

جنازے میں شرکت:

دور اور نزدیک سے لوگ، ملک بھر کے علمائے دین کثیر تعداد میں جنازے میں شریک ہوئے، مجھے ان کا جنازہ دیکھ کر

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ یاد آ گیا۔ وہی پُرنم آنکھیں، وہی غم، وہی صدمہ جو اس وقت میں نے محسوس کیا پھر عود کر آیا۔ ان کی رحلت اور جنازہ نے وہ دکھ بھی پھر سے یاد دلا دیے جو میں نے اکابرِ احرار کے جنازوں میں شرکت کے وقت محسوس کیے تھے۔ ضیغم احرار شیخ حسام الدین، مولانا مظہر علی اظہر اور شورش کاشمیری کے جنازے ایک ایک کر کے میری یاد کی سکرین پر نمودار ہوئے اور میں دکھ اور غم کے بار کو دل و دماغ پر اٹھائے اس جنازے میں شامل، ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بیتے لمحے یاد کیے چل رہا تھا۔ دل نے دماغ سے سوال کیا کہ تو نے انھیں کب پہلی دفعہ دیکھا تھا۔ جواب دیا گیا کہ سب سے پہلے جنوری ۱۹۴۹ء لاہور میں احرار کی دفاع کانفرنس کے موقع پر دیکھا جب وہ ملتان کے رضا کاروں کے قافلے کی قیادت کر رہے تھے۔ احرار یونیفارم میں ملبوس چمکتا دمکتا چہرہ ہر دیکھنے والے کو اپنی طرف متوجہ کر رہا تھا۔ پہلی نظر دیکھتے ہی میں نے سمجھ لیا کہ کوئی غیر معمولی شخصیت ہے، یہ ان کا دورِ شباب تھا۔ پوچھا یہ کون شخصیت ہے؟ بتایا گیا کہ امیر شریعت کے سب سے بڑے بیٹے سید ابوذر بخاری۔ دوسری دفعہ چنیوٹ میں ۱۹۵۲ء کی سالانہ احرار کانفرنس میں دیکھا۔ دیکھا ہی نہیں پہلی دفعہ ان کی تقریر بھی سنی۔ تقریر کیا تھی علوم درخشاں کا بہتا چناب جس کا ہر حرف غیرت ملی کا جیتا جاگتا ثبوت تھا۔ بیاں میں بلا کی کشش، زبان پر الفاظ کا دلکش نزول، بے تکان بولے جا رہے تھے۔ روانی اور تسلسل اپنے نقطۂ کمال کو چھو رہی تھی جیسے علم و فضل کی کوئی کتاب ان کے سامنے کھلی ہو اور پڑھتے چلے جا رہے ہوں۔ لوگ ان کی تقریر پر جھوم رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ یہ ہیں امیر شریعت کے فرزندار جمند سید ابوذر بخاری۔ تیسری دفعہ انھیں امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت اور تجہیز و تکفین کے موقع پر ۲۱ راگست ۱۹۶۱ء کو دیکھا۔ صبر و استقامت کا پہاڑ بنے ہر قسم کے انتظام و انصرام میں مصروف تھے۔ پھر اکتوبر ۱۹۶۲ء میں جب میری تعیناتی گورنمنٹ کالج سول لائن ملتان میں ہوئی تو ان سے ملاقاتوں کا لامتناہی سلسلہ ان کے جہانِ فانی سے رخصت ہونے تک جاری رہا۔ رات کو روزانہ سٹینڈرڈ بیکری پر ہماری محفل جمتی۔ مختلف موضوعات پر ان کی گفتگو سے ہم سب محظوظ بھی ہوتے اور مستفیض بھی۔ دین وسیاست پر بات ہوتی، کبھی کبھار شاعری کا موضوع بھی چھڑ جاتا، اپنے شعر سناتے تو محفل ادبی ماحول میں تبدیل ہو جاتی۔ اچھے لطیفے سننے کا انھیں شوق تھا، لطیفے سنتے اور محظوظ ہوتے، خوب لطف اندوز ہوتے، خود ہنستے اور دوسروں کو بھی ہنساتے

ہو سلام ان کے حسین کردار کی عظمت کو جو
صورت چشم حسین دل میں اتر جاتے ہیں لوگ
ساتھ لے جاتے ہیں اپنے زندگی بھر کا سکوں
اس طرح بھی راہِ ہستی سے گذر جاتے ہیں لوگ
معترف خالدؔ بجان و دل ہیں ہم ان کے سدا
آگہی کے بحر کو جو پار کر جاتے ہیں لوگ

ایسے ہی حالات وخیالات میں غرق میں ان کے جنازے کے ساتھ چلا جا رہا تھا کہ قبرستان پہنچے اور امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے ساتھ انھیں آہوں اور سسکیوں کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔ ان کی وفات پر ان کی قلمی تصویر شعروں میں کچھ اس طرح سے میں نے پیش کی ہے جو نذر قارئین ہے۔ طویل نظم سے چند اشعار ہی پیش کیے جا رہے ہیں۔

ابوذر تو میرے دل میں اترتا چلا گیا　　خوشبو کی طرح روح میں گھلتا چلا گیا
یکتا بھی تھا وہ منفرد اور طرحدار بھی　　میں اس کی ہر ادا پہ مچلتا چلا گیا
سر پر تھا تاج علم تو دل آشنائے عجز　　روشن ضمیر و ظرف کو کرتا چلا گیا
اس کا تھا خاص ربط صحابہ کی ذات سے　　رنگ جن کا اس کے ذوق پہ چڑھتا چلا گیا
ذرے بھی کہکشاں کی طرح جگمگا اٹھے　　ابوذر جہاں جہاں سے گذرتا چلا گیا
جو کچھ کیا تھا باپ نے کرتا رہا وہی　　نقشِ قدم پہ باپ کے چلتا چلا گیا
اس کی زباں پہ زمزمے تھے علم وفضل کے　　جن کو زمانہ شوق سے سنتا چلا گیا
اس کے طریق زیست میں تھی بوذری ترنگ　　فقروغنا کا رنگ نکھرتا چلا گیا
دیں کے خلاف جو بھی تھے جنگ ان کے ساتھ تھی　　تا اختتامِ زیست وہ لڑتا چلا گیا
اس کا جنوں نگر ہے میری رقص گاہ شوق　　رنگ اس کا مجھ پہ اس طرح چڑھتا چلا گیا
مصحف کی چاندنی سے اس کی دل دمک اٹھا　　درد آگہی کا ذہن پہ کھلتا چلا گیا
میدانِ رستاخیز میں وہ مردِ صف شکن　　ہر اک عدو کی سمت جو بڑھتا چلا گیا
حبّ معاویہؓ میں کٹی اس کی ساری عمر　　کانٹے وہ سارے رفض کے چنتا چلا گیا
تھا اس کا واسطہ فقد احیائے دین سے　　دیں کے لیے وہ سر بکف لڑتا چلا گیا
وہ برق بن کے قادیاں کے قصر پر گرا　　پردہ فَریب و دَجل سے اٹھتا چلا گیا
بیٹھا جو مسندِ شہہ انورؒ پہ میرا شاہ　　سکّہ پھر اس کے علم کا چلتا چلا گیا
حرفوں میں اس کے نور تھا صدق ویقین کا　　جادو سا تن بدن میں وہ بھرتا چلا گیا
وہ کیا گیا کہ بزم ہی ویران ہوگئی　　دل اس کے غم میں ہر گھڑی گھلتا چلا گیا
راہِ وفا نہ چھوڑی خالدؔ اس نے عمر بھر　　رختِ بدن گو اس کا بکھرتا چلا گیا

تعزیتی جلسہ:

ان کی دینی خدمات پر خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے رات کو دار بنی ہاشم میں تعزیتی جلسہ منعقد کیا گیا۔ ملک بھر

سے آئے ہوئے علمائے دین نے ان کے علمی، ادبی اور دینی کارناموں کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔ ان کے علم کی وسعت، ان کے فقر، ان کی وجاہت، ان کی خطابت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ والہانہ عقیدت اور دینِ اسلام میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقام ومرتبہ کے بارے میں ان کے مضبوط و مستحکم عقیدے پر بڑی تفصیل کے ساتھ تقریریں کی گئیں، ان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا، رات گئے دعاءِ خیر کے ساتھ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

مجلس شوریٰ کا اجلاس (۱۹۹۵):

میں تو یہ سمجھ رہا تھا کہ شاید اب مجلس شوریٰ کا اجلاس نہ ہو اور اسے ملتوی کر دیا جائے جماعت کے دوسرے اراکین شوریٰ کا بھی یہی خیال تھا کہ اتنے بڑے حادثے کے بعد شاید اب شوریٰ کا اجلاس نہ ہو، لیکن محسنِ احرار، ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری نے کہا کہ زندگی اور موت تو اللہ کے اختیار میں ہوتی ہے۔ شاہ صاحب کی موت یقیناً ہمارے خاندان کے افراد اور جماعت احرار کے لیے بھی ایک بہت بڑا سانحہ ہے، لیکن اتنی دور سے آئے ہوئے لوگوں کو دوبارہ بلانا درست نہیں۔ اس لیے مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوگا۔ چنانچہ یہ اجلاس ہوا جس میں سید عطاء المحسن بخاری صاحب نے میرا نام بطور جنرل سیکرٹری مجلس احرار اسلام پاکستان کے لیے تجویز کیا تو میں نے کھڑے ہو کر معذرت کرتے ہوئے کہا کہ میں اتنے بڑے عہدے کے لیے اپنے آپ کو اہل نہیں سمجھتا۔ میرا اعزاز صرف یہ ہے کہ میں مجلس احرار اسلام کے رضا کاروں کی سب سے آخری صف کا فرد ہوں، اس لیے مجھے رضا کار کے طور پر ہی کام کرنے دیا جائے۔ لیکن میری یہ بات نہ مانی گئی تو شاہ صاحب کی تجویز کے مطابق مجھے متفقہ طور پر جماعت کا سیکرٹری منتخب کر لیا گیا، صدارت کے لیے حضرت مولانا عبدالحق چوہان رحمۃ اللہ علیہ جن کا تعلق تو رحیم یار خان سے تھا لیکن وہ فیصل آباد دینی مدرسہ میں شیخ الحدیث تھے۔ اُن کے علمی و تحقیقی مضامین بھی ''نقیب ختم نبوت'' میں شائع ہوتے رہتے تھے، انھیں مرکزی صدر منتخب کر لیا گیا۔

احرار اسلام کے مرکزی دفتر لاہور کی تاریخ:

۱۹۳۰ء میں جب پورے ہندوستان میں مجلس احرار اسلام اپنی تاریخ کے حوالے سے عروج پر تھی تو مرکزی دفتر لاہور میں بیرون دہلی دروازہ ہی رہا۔ یہیں سے ہر تحریک اہتمام واحتشام کے ساتھ پورے ہندوستان میں چلائی جاتی رہی۔ قیام پاکستان کے بعد بھی یہی دفتر رہا۔ اور اسی دفتر سے ہی جماعتی سرگرمیوں کا سلسلہ اپنے روایتی جوش وخروش سے جاری رہا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے بعد جب جماعت پر پابندی لگا دی گئی تو تقریباً ۹ برس تک یہ دفتر بھی پابندی کی زد میں رہا۔ ۱۹۶۲ء میں جب جماعت سے پابندی اٹھالی گئی تو یہی دفتر دوبارہ جماعتی سرگرمیوں کا مرکز بنا۔ اسی دفتر میں جماعت کے اہم اجلاس ہوتے رہے۔ لیکن رفتہ رفتہ یہ دفتر اس لیے جماعتی سرگرمیوں کے لیے بطور مرکز موزوں نہ رہا کہ عمارت قدیمی ہونے

کی وجہ سے کمزور ہو چکی تھی اور اس کا گردونواح تجارتی منڈی کی صورت اختیار کر گیا جس کی وجہ سے اس مرکز تک رسائی آسان وسہل نہ رہی۔ یہ کوئی جماعت کی اپنی جائیداد تو تھی نہیں بلکہ کرایہ کی عمارت تھی اور جس کی ملکیت تھی اس کا تقاضہ بھی ہونے لگا کہ ہم یہ عمارت فروخت کرنا چاہتے ہیں، سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ پیش کش کی گئی کہ اگر آپ خریدنا چاہیں تو پہلی ترجیح آپ کی ہوگی، شاہ صاحب نے حامی بھری اور مہلت مانگ لی۔ چنانچہ انھوں نے اور مولانا سید عطاء المحسن بخاریؒ نے سال دوسال میں غریب کارکنوں کے تعاون سے یہ دفتر خرید لیا۔ شاید مجلس احرار اسلام کی تاریخ میں یہ دفتر جماعت کی پہلی جائیداد بنی اور یہ بات میری حیرانی کا باعث بھی تھی کہ جس مرکز سے پورے ہندوستان کے اندر جماعت نے مختلف تحریکوں کو جنم دیا، انگریز جیسی جابر قوت کے ساتھ ٹکرا گئی اور اسے ملک چھوڑنے پر مجبور کر دیا، وہ دفتر جماعت کا اپنا نہیں تھا بلکہ کرایے کا تھا۔ میاں محمد اویس صاحب جو مجلس احرار میں اپنے ایثار اور جماعت کی خدمت کے حوالے سے ایک منفرد حیثیت کے مالک ہیں اور احراری خاندان کے چشم و چراغ ہیں، جن کے دادا میاں محمد رفیق صاحب مرحوم کے بھائی میاں قمرالدین رئیس (اچھرہ) کے بارے میں امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ وہ احرار کا چلتا پھرتا بنک ہیں اور میاں محمد رفیق صاحب نے ۱۹۴۶ء کے قومی انتخاب میں لاہور کے ہی ایک حلقے سے مجلس احرار اسلام کے ٹکٹ پر الیکشن لڑا اور کامیابی حاصل کی تھی۔ میاں محمد اویس نے اچھرہ میں اپنا آبائی مکان جماعت کے سپرد کر دیا اور تقریباً چار برس تک یہی مکان مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی دفتر کے طور پر استعمال ہوتا رہا۔ اس دوران بیرون دہلی دروازہ لاہور احرار کا دفتر مرکزی مجلس عاملہ کے مشورے کے بعد فروخت کیا گیا تو اتنی رقم جماعت کو میسر آ گئی جس سے وحدت روڈ مسلم ٹاؤن میں ایک بہت بڑی کوٹھی خرید لی گئی جو آج کل مجلس احرار اسلام کا مرکزی دفتر ہے۔ قدیم دفتر کی فروخت اور نئے دفتر کی خریداری میں جناب ملک محمد یوسف صاحب نے بہت مخلصانہ کردار ادا کیا۔ موجودہ مرکز احرار اسلام بھی سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا تحفہ اور اللہ کی دین ہے۔ اسی دفتر میں اب ہمارے مرکزی اور اہم اجلاس ہوتے ہیں۔ مارچ کے مہینے میں شہدائے ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی یاد میں کانفرنس کے علاوہ ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء جب قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا، کے حوالے سے سالانہ ختمِ نبوّت کانفرنس بھی اسی دفتر کے وسیع احاطے میں ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ تمام ضروری اجتماعات بھی اس مرکزی دفتر میں ہی ہوتے ہیں۔

نئے دفتر کی افتتاحی تقریب یکم محرم الحرام ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۸/اپریل ۱۹۹۹ء:

نئے مرکزی دفتر احرار کی افتتاحی تقریب ۱۸/اپریل ۱۹۹۹ء کو ہوئی۔ جس میں پاکستان بھر سے مجلس احرار کے کارکنوں نے شرکت کی۔ جماعت احرار کے قائدین حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری، چودھری ثناء اللہ بھٹہ، سید محمد کفیل بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ اور چودھری ظفر اقبال ایڈووکیٹ نے تقریریں کیں، مرید کے سے قدیم احرار کارکن حکیم محمد صدیق

تارڑ شدید علالت اور ضعیفی کے باوجود تشریف لا کر سٹیج پر جلوہ افروز ہوئے۔ قائد احرار سید عطاء المحسن بخاری نے شدید علالت کے باوجود دو تین جملے اپنے خطاب میں کہے، پرچم کشائی کی اور دعا کرائی۔ یہ افتتاحی تقریب بڑی شان و شوکت سے منعقد ہوئی اور جماعتی حلقے کے افراد نے اس موقع پر بڑی خوشی کا اظہار کیا، کہ اتنی اچھی جگہ پر اتنی وسیع و عریض کوٹھی مجلس احرار جیسی غریب جماعت کی اپنی جائیداد بن گئی ہے، اس موقع پر میں نے تقریر نہیں کی تھی بلکہ ایک طویل نظم مجلس احرار اسلام کے عنوان سے پڑھی۔ جو تریسٹھ اشعار پر مشتمل تھی۔ اس نظم میں، مَیں نے مجلس احرار اسلام کے نامور قائدین کے ناموں کے ساتھ بعض اشعار کہے ہیں۔ ان میں سے چند پیش نظر ہیں۔

(امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ)

نسبت سے بخاریؒ کی سدامست رہے ہیں　　　بستانِ بخاریؔ کی ہی مہکار ہیں احرار

(رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ)

ہے یاد مجھے عہد حبیب آج بھی ہمدم　　　جس عہدِ جواں ساز کی جھنکار ہیں احرار

(مولانا محمد گل شیر شہید رحمۃ اللہ علیہ)

گل شیر کی عظمت ہے عقیدت کا مرقع　　　اعزازِ شہادت کے سزا وار ہیں احرار

(ماسٹر تاج الدین انصاری رحمۃ اللہ علیہ)

حکمت میں تدبیر میں کہاں تاج کا ثانی　　　پھر ان کے تفکر کے طلب گار ہیں احرار

(مفکر احرار چودھری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ)

افضل کا قلم طرزِ نگارش کا ہے جادو　　　ہے اس کی عنایت کہ قلم کار ہیں احرار

(آغا شورش کاشمیریؒ، ضیغم احرار شیخ حسام الدینؒ)

شورش کی جسارت بھی ہے احرار کی عظمت　　　اور ضیغم احرار کی للکار ہیں احرار

(قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمۃ اللہ علیہ)

بر حق ہے کہ ان گنت ہیں احسان کے احسان　　　ہاں جس کی صدارت کے علمدار ہیں احرار

(مرزا غلام نبی جانبازؒ)

جانباز جواں ہمت و کردار کا پیکر　　　ہاں جس کی شجاعت کے پرستار ہیں احرار

(مولانا احسن عثمانیؒ، حافظ علی بہادر خانؒ، مظفر علی، مولانا مظہر علی اظہرؒ)

احسن ہو کہ حافظ ہو مظفر ہو کہ مظہر　　　ان سب کی اداؤں کے نگہدار ہیں احرار

(سالار غازی محمد حسینؒ، سالار اعلیٰ سردار محمد شفیعؒ، سالار معراج الدینؒ)

ہے یاد ہمیں غازی بھی سردار بھی معراج　　ان تینوں کے سارے ہی رضا کار ہیں احرار

(پنجابی شاعر: عبدالرحیم عاجز امرتسریؒ، سائیں محمد حیات پسروریؒ)

عاجز کی نواؤں میں تھا کیف کا عالم　　سائیں کے ہر شعر کی مہکار ہیں احرار

(انور صابری رحمۃ اللہ علیہ)

ہیں یاد ہمیں شورش و جانباز کے نغمے　　انور تیرے رزمیّہ سے اشعار ہیں احرار

(سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ)

بوذر کی قیادت کا ثمر دیکھ رہے ہیں　　گر رنجِ جدائی سے گراں بار ہیں احرار

(محسنِ احرار سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ)

محسن کی قیادت کا صلہ ہم کو ملا ہے　　سرمستِ انا پیکرِ ایثار ہیں احرار

(سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ)

محنت کا مہیمن کی کرشمہ ہے یہ سب کچھ　　جرأت کا جواں جذبوں کا کہسار ہیں احرار

(چوہدری ثناء اللہ بھٹہ رحمۃ اللہ علیہ)

دیکھا جو ثناء اللہ تو یاد آیا ہے ماضی　　اُس ماضیٔ ذی شاں کے عملدار ہیں احرار

(سید کفیل بخاری)

پر عزم کفیل اپنی قیادت کا ہے جھومر　　ہاں جس کی مساعی سے ثمر بار ہیں احرار

(عبداللطیف خالد چیمہ)

ہے لطفِ لطیف ہم پہ خداوند کی رحمت　　عظمت کے اندھیروں میں ضیا بار ہیں احرار

دفترِ احرار

لاہور میں دفتر کی خبر میں نے سنی جو　　کہہ دی ہے یہ نظم میں نے کہ بیدار ہیں احرار
واقف ہیں عدو کاٹ سے جس کی سبھی خالدؔ　　مومن کی وہ اک تیغ چمکدار ہیں احرار

مولانا سہیل باوا

''برما، شیخ عبدالرحمٰن باوا اور تحریک ختم نبوت''

مفتی اسمٰعیل گورا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام بچپن سے بہت سنتا آ رہا تھا فقیر کے 23 دسمبر 2014 سے 2 جنوری 2015 تک کے برما کے سفر کے دوران یہ بات دیکھنے میں آئی کہ رنگون کے مقتدر علماء کرام کی زبانوں پر اب بھی حضرت کا نام موجود تھا آپ نے حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک سے دستار فضیلت اور سند حاصل کی آپ رنگون میں سورتی مسجد کے قریب مغل اسٹریٹ میں گھر نمبر 182 میں دس سال رہے، اس کے بعد مغل اسٹریٹ ہی کے گھر نمبر 42 میں رہے آپ بہت نرم مزاج انسان تھے مگر جہاں دین کا معاملہ ہوتا وہاں نرمی نہیں کرتے تھے بلکہ حق بات ببانگ دہل کہہ دیتے تھے، برما میں اپنے زمانہ کے مایہ ناز مفتی تھے، پورے برما میں حضرت کا فتویٰ مقبول تھا، فتاویٰ کی مقبولیت کو دیکھتے ہوئے حضرت کو جامع مسجد سورتی کے تحت دارالافتاء میں منصب افتاء پر صدر مفتی اور مفتی اعظم جیسی اہم ذمہ داری سونپی گئی اور آپ عرصہ دراز تک اس منصب عالی پر فائز رہے آپ بھی اپنے اسلاف کی طرح ممتاز مفتی قرار پائے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مرکزی جمعیت علماء برما کے رکن کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دیں اور اسی طرح ماہنامہ رسالہ ''دور جدید'' کے ایڈیٹر بھی رہے، قوم میں دینی بیداری پیدا کرنے کے لئے اداریہ تحریر فرماتے تھے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں اور خدمات انجام دیں وہاں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانیت کے فتنے سے مسلمانوں کو آگاہ کرنے کے سلسلہ میں بہت بڑا کردار ادا کیا، یوں تو قادیانیت ایک طویل عرصہ سے برما میں اپنی "ارتدادی سرگرمیوں" میں مصروف عمل رہی ہے اور اب بھی جاری ہے، اس زمانہ میں علماء کرام اس فتنے کے خلاف پیش پیش تھے، لیکن مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسے باقاعدہ منظم تحریک کی شکل دینے کے لیے تاریخی کردار ادا کیا اور اس تحریک لئے اپنے ایک متحرک وفعال خادم خاص حضرت عبدالرحمٰن باوا صاحب کا انتخاب کر کے ان کو تیار کیا جب کہ (مدرسہ شوکت السلام رنگون کے مہتمم وشیخ الحدیث حضرت مفتی نور محمد صاحب کے مطابق) ان کی عمر صرف 17 سال کی تھی، حضرت عبدالرحمٰن باوا صاحب نے مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر تحریک تحفظ ختم نبوت کے کام کو باقاعدہ سیکھا اور اپنے اندر صلاحیت پیدا کی۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سورتی جامع مسجد کے دارالافتاء میں اس غرض سے کہ کتابیں خراب نہ ہوں اور دیمک نہ لگے، ہر سال سخت گرمی کے زمانہ میں حضرت عبدالرحمٰن باوا صاحب سے ہی خدمت لیتے اور مسجد کے صحن میں کتابوں کو پھیلاتے اور اس میں دوا ڈالنے کا اہتمام فرماتے، حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی

کوشش ہی کے نتیجہ میں جمعیت علماء برما کی نگرانی میں ایک ادارہ ''مجلس ختم نبوت'' کے نام سے 8 جنوری 1963 کو قائم ہوا، جمعیت علماء برما نے مجلس ختم نبوت کے لئے ایک مجلس عاملہ نامزد کی جس کے صدر مفتی اسمٰعیل گورا صاحب رحمۃ اللہ علیہ، نائب صدر مولانا مقصود احمد خان صاحب، سیکریٹری حضرت عبدالرحمٰن باوا صاحب مقرر ہوئے، ان کے علاوہ مولانا عبدالولی مظاہری صاحب، مولانا نور محمد رنگونی صاحب ودیگر حضرات موجود تھے، سب سے پہلے ختم نبوت مرکز رنگون کی بنیاد ڈالی گئی جو کہ حضرت عبدالرحمٰن باوا صاحب کے والد محترم الحاج یعقوب باوا صاحب مرحوم کی دکان کا ایک حصہ تھا، اسی پتہ پر ماہنامہ رسالہ ختم نبوت کا اجرا بھی کیا گیا جس کے نگران اعلیٰ مفتی اسمٰعیل گورا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مدیر مسؤل حضرت عبدالرحمٰن باوا صاحب تھے، 1964 کے برما انقلاب کے نتیجہ میں مفتی اسمٰعیل گورا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے وطن ''راندیر''، ضلع سورت سفر کرنا پڑا اور حضرت عبدالرحمٰن باوا صاحب نے ایسٹ پاکستان ہجرت کر لی اور دس سال قیام کے دوران مجلس ختم نبوت کی تحریک کو جاری رکھا، حضرت عبدالرحمٰن باوا صاحب کو ایک بار پھر کراچی کی طرف ہجرت کرنی پڑی۔ کراچی پہنچ کر بھی تحفظ ختم نبوت کے لئے جدوجہد کو جاری رکھا اور برما رنگون کے بعد پاکستان میں بھی ختم نبوت کے نام سے پہلا ہفت روزہ رسالہ کراچی سے جاری کرانے میں بھرپور کردار ادا کیا اور پرانی نمائش کراچی میں ختم نبوت مرکز کی بنیاد رکھی، شیخ عبدالرحمٰن باوا صاحب رسالہ ختم نبوت کے مدیر مسؤل نامزد کیے گئے، بعدازاں برطانیہ کے علماء کرام کے مطالبہ پر اور مفتی احمد الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر لندن تشریف لے آئے، لندن میں ختم نبوت مرکز کے قیام کی کوشش میں مصروف ہو گئے اور برطانیہ بھر میں تسلسل کے ساتھ محنت ومشقت کر کے ایک نہیں بلکہ دو ختم نبوت کے مراکز قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے، عالمی مبلغ حضرت عبدالرحمٰن باوا صاحب کی 17 سال کی عمر سے اب تک ہر دور کی عظیم خدمات نمایاں ہی رہی ہیں۔ مفتی اسمٰعیل گورا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فکر وکوشش کے نتیجہ میں ایسے مضبوط افراد تیار ہوئے جو ان کی رحلت کے بعد بھی ان کے اور اکابر کے مشن کو لے کر چل رہے ہیں، اللہ تعالیٰ مفتی اسمٰعیل گورا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس ختم نبوت کے کام کو صدقہ جاریہ بنائے اور حضرت عبدالرحمٰن بن یعقوب باوا صاحب کے لگائے گئے اس پودے کو جو اب تن آور درخت بن چکا ہے تادیر قائم ودائم رکھے آمین۔

دعائے صحت

☆ ہفت روزہ تکبیر، کراچی کے مدیر جناب یعقوب غزنوی علیل ہیں۔

☆ مجلس احرار اسلام ملتان کے مخلص کارکن بھائی محمد مہربان کی والدہ شدید علیل ہیں

☆ مجلس احرار اسلام ملتان کے دیرینہ کارکن محمد طارق چوہان کی والدہ شدید علیل ہیں

قارئین سے دعائے صحت کی درخواست ہے (ادارہ)

حافظ عبیداللہ　　قسط:2

حضرت مہدی علیہ الرضوان اور ہندوستانی مہدی مرزا قادیانی

چند غلط فہمیوں اور تلبیسات کا ازالہ

ہندوستانی مہدی مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے دعوے کی حقیقت

چونکہ کتب اہل سنت میں مذکور احادیث رسول ﷺ میں قرب قیامت ظاہر ہونے والے مسلمانوں کے ایک خلیفہ کا ذکر ملتا ہے اور ان کا نام اور خاندان صراحت کے ساتھ بیان بھی ہوا ہے جنہیں مسلمان ''امام مہدی'' کے نام سے ذکر کرتے ہیں اور حدیث کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے نازل ہونے کے بعد سب سے پہلی نماز انہی امام مہدی کی امامت میں ادا فرمائیں گے (اس کا اقرار خود مرزا نے بھی کیا ہے کہ احادیث میں آیا ہے کہ آنے والا مسیح دوسروں کے پیچھے نماز پڑھے گا۔ ملفوظات ج3 صفحہ 444)، تو اب مرزا نے چونکہ خود مہدی بننا تھا اس لئے سب سے پہلے اس نے یہ جھوٹ بولا کہ محدثین کہتے ہیں کہ وہ تمام روایات جن کے اندر مہدی کا ذکر ہے سب کی سب ضعیف ہیں (حوالے آگے آرہے ہیں) اور پھر اسی صفحے پر سنن ابن ماجہ کی ایک ضعیف روایت کو بہت صحیح لکھ کر دھوکہ دینے کی کوشش کی جس کے اندر یہ الفاظ ہیں کہ **لا مھدی الا عیسی بن مریم** یعنی نہیں مہدی مگر عیسیٰ بن مریم، لیکن کہتے ہیں کہ ضرورت کے وقت گدھے کو بھی باپ بنالیا جاتا ہے یہی مرزا نے کیا، اس نے صحیح احادیث کو جن کے اندر صاف طور پر امام مہدی رضی اللہ عنہ کے خاندان اور ان کے نام کا ذکر تھا ضعیف لکھ دیا تا کہ کوئی یہ نہ پوچھے کہ غلام احمد بن حکیم غلام مرتضی قوم مغل برلاس کیسے امام مہدی ہوسکتا ہے؟ اور پھر ابن ماجہ کی اوپر مذکور ضعیف حدیث کو پیش کر کے بھی دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کی، وہ اس طرح کہ بالفرض اس حدیث کو صحیح بھی تسلیم کرلیا جائے تو اس کا ترجمہ ہوگا ''نہیں مہدی مگر عیسی بیٹا مریم کا'' اور مرزا کا نام عیسیٰ بن مریم نہیں بلکہ غلام احمد بن چراغ بی بی ہے، یوں تو آج بھی کوئی امام مہدی ہونے کا دعوی کرے جو مرزا کی طرح مغل ہو اور اس کا نام کچھ بھی ہو، جب اسے کہا جائے کہ امام مہدی نے تو حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہونا ہے اور ان کا نام محمد بن عبداللہ ہونا ہے تو وہ کہے کہ حدیث میں ہے ''نہیں مہدی مگر عیسیٰ بن مریم'' اس سے سوال ہو کہ تم نہ مہدی اور نہ عیسیٰ؟ تو وہ کہے کہ میں ہی عیسیٰ ہوں لہذا میں ہی مہدی ہوں (یہ ایک مضحکہ خیز لطیفہ ہے)۔

اب ہم آتے ہیں ''مغل برلاس'' مہدی کی طرف، مرزا قادیانی نے جب تک خود مہدی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا اس وقت اس نے مہدی کو ایک ''خوفناک کردار'' کے طور پر پیش کیا اور ''خونی مہدی'' کے الفاظ لکھے، ہمارے خیال میں مرزا نے خونی مہدی کا یہ تصور شیعہ کی کتب سے لیا ہوگا ورنہ اہل سنت والجماعت کی مستند روایات میں کہیں کسی ''خونی مہدی'' ذکر نہیں، آج بھی جماعت مرزائیہ کو دیکھا گیا ہے کہ وہ شیعہ امامیہ کی کتابوں سے مختلف روایات پیش کر کے لوگوں کو

یہ باور کروانے کی کوشش کرتے ہیں کہ دیکھو ہمارے حضرت جی نے جو''خونی مہدی'' کے بارے میں لکھا ہے وہ ان روایات میں مذکور ہے،لیکن عجیب بات یہ ہے کہ مرزا قادیانی خود شیعہ کو''اسلام کا مخالف'' کہتا ہے ،ملاحظہ فرمائیں:۔

''شیعہ مذہب اسلام کا مخالف ہے ۔اوّل۔شیعہ کا اعتقاد ہے کہ جبرائیل وحی لانے میں غلطی کھا گیا ہے۔دوم۔صحابہؓ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کے بعد حاصل ہوئے تھے اُن کے نزدیک معاذ اللہ مسلمان نہ تھے۔سوم۔قرآن شریف جو اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب ہے اور جس کی حفاظت کا وعدہ خود اللہ تعالیٰ کر چکا ہے،شیعہ کے اعتقاد کے موافق قرآن شریف اصلی نہیں ہے۔امام مہدی اصل قرآن لے کر غار میں چُھپ رہے۔ چہارم۔ بارہ اماموں تک ولایت ختم ہو چکی، باقی قیامت تک آدمی وحشیوں کی طرف رہے اور خدا تعالیٰ کو اُن سے محبت نہیں۔پنجم۔خدا تعالیٰ کے حبیب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو گالیاں دینا دُرود شریف کے پڑھنے سے بھی زیادہ ثواب سمجھتے ہیں۔ششم۔کسی اکابر اور اہل اللہ کو نیک نہیں سمجھتے......''

(ملفوظات،جلد 1،صفحات 96و97)

تو جس مذہب کے بارے میں خود مرزا قادیانی نے یہ فتویٰ دیا کہ''شیعہ مذہب اسلام کا مخالف ہے''،اسی مذہب کی کتابوں سے حوالے نکال کر مسلمانوں کے سامنے پیش کرنا اور خونی مہدی کا شوشہ چھوڑنا قادیانی دجل وفریب نہیں تو اور کیا ہے؟، نیز مرزا قادیانی نے اقرار کیا تھا کہ اس کے وہی عقائد ہیں جو اہل سنت کے ہیں (آسمانی فیصلہ،خزائن جلد 4 صفحہ 313)۔

اب آیئے نظر ڈالتے ہیں اس بارے میں مرزا قادیانی کی''قلابازیوں'' پر،سب سے پہلے مرزا قادیانی کی مختلف تحریرات پیش کی جاتی ہیں،اس کے بعد اُس کے دعوائے مہدیت اور اس کے پیش کردہ دلائل پر بات کریں گے۔

<u>وہ تمام احادیث جن کے اندر مہدی کا ذکر ہے سب ضعیف ہیں (مرزا)</u>

''وأما احاديث المهدي فأنت تعلم أنها كلها ضعيفة مجروحة ويُخالف بعضها بعضاً ، حتى جاء حديث في ابن ماجه وغيره من الكتب أنه لامهدي الا عيسىٰ بن مريم فكيف يُتّكأ على مثل هذه الأحاديث مع شدة اختلافها وتناقضها وضعفها، والكلام في رجالها كثير كما لا يخفى على المحدثين. فالحاصل أن هذه الأحاديث كُلّها لا تخلو عن المعارضات والتناقضات، فاعتزل كلها، ورُدّ التنازعات الحديثية الى القرآن واجعله حكماً عليها لتبيّن لک الرشد وتكون من المسترشدين......''

ترجمہ: جہاں تک ان احادیث کا تعلق ہے جن کے اندر مہدی کے آنے کا ذکر ہے،تُو خوب جانتا ہے کہ <u>وہ تمام احادیث ضعیف اور مجروح ہیں اور ایک دوسرے کی مخالف ومعارض ہیں</u>، یہاں تک کہ ابن ماجہ اور دوسری کتابوں میں ایک حدیث

یہ بھی موجود ہے کہ ”نہیں مہدی مگر عیسیٰ بن مریم“، پس احادیث کے اِس شدید اختلاف، تعارض اور ضعف کے ہوتے ہوئے اِن جیسی احادیث پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے؟ جبکہ ان احادیث کے راویوں پر بہت زیادہ کلام کیا گیا ہے جیسا کہ محدثین پر مخفی نہیں۔ پس حاصل کلام یہ ہے کہ چونکہ یہ تمام احادیث تعارض و تناقض سے خالی نہیں ہیں اس لئے ان سب احادیث کو چھوڑ دو اور حدیثی تنازعات کو قرآن پر پیش کرو اور اُسے احادیث پر حَکَم بناؤ تا کہ تم رُشد وہدایت پانے والے ہو جاؤ۔

(حمامۃ البشریٰ، رخ 7 صفحات 314 تا 315)

مرزا قادیانی نے اپنی اِس تحریر میں بلا استثناء اُن تمام احادیث کو نا قابل اعتبار کہا ہے جن کے اندر ”مہدی“ کے آنے کا ذکر ہے اور اِس کی وجہ یہ بتلائی ہے کہ ایک تو یہ تمام احادیث ضعیف اور مجروح ہیں، اور دوسرا ان احادیث کے اندر شدید اختلاف اور تعارض پایا جاتا ہے، یعنی مرزا قادیانی کا اصول حدیث یہ ہے کہ اگر مختلف روایات کے درمیان بظاہر تعارض نظر آتا ہو تو وہ تمام روایات نا قابل قبول ہو جاتی ہیں، پھر وہ یہ بھی لکھ رہا ہے کہ اِن تمام احادیث کو چھوڑ کر قرآن کی طرف رجوع کیا جائے اور اُس سے فیصلہ کیا جائے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ”مہدی“ نے آنا ہے یا نہیں آنا؟، اُس کا تعارف کیا ہے؟، اس کی علامات کیا ہوں گی؟، وہ کس خاندان سے ہوگا؟ یہ سب باتیں ہمیں قرآن کریم سے پوچھنا ہوں گی، مرزا قادیانی تو دنیا میں نہیں رہا، کیا اُس کا کوئی امتی قرآن کریم کی وہ آیت دکھا سکتا ہے جس کے اندر یہ ذکر ہو کہ ”ایک مہدی“ نے آنا ہے؟۔

پھر ایک جگہ یوں لکھتا ہے:۔

”میں کہتا ہوں کہ مہدی کی خبریں ضعف سے خالی نہیں ہیں اسی وجہ سے امامین حدیث (یعنی امام بخاریؒ و مسلمؒ۔ ناقل) نے ان کو نہیں لیا“۔

(ازالہ اوہام حصہ دوم، رخ 3، صفحہ 406)

یہ بھی مرزا قادیانی کا خود ساختہ اصول ہے کہ جو روایت بخاری و مسلم میں نہ ہو اسے وہ ضعیف کہتا ہے ورنہ امام بخاریؒ و مسلمؒ نے ہرگز کہیں نہیں لکھا کہ جو روایت ہم نے اپنی کتاب میں ذکر نہیں کی وہ ضعیف ہے، مرزا کی تحریروں میں ایسا بھی ملتا ہے کہ ایک روایت صحیح مسلم میں تو ہے لیکن صحیح بخاری میں نہیں لیکن وہ روایت مرزا کو پسند نہیں تو اُس نے لکھ دیا کہ ”اِس روایت کو امام بخاری نے ضعیف سمجھ کر چھوڑ دیا ہے“ (ازالہ اوہام حصہ اول، رخ 3، صفحہ 209 و 210) جبکہ امام بخاریؒ نے ہرگز نہیں فرمایا کہ میں نے اس روایت کو ضعیف سمجھ کر چھوڑ دیا ہے، بہر حال مرزا اُن تمام روایات کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے یہ دلیل دے رہا ہے کہ ایسی روایات بخاری و مسلم میں نہیں ہیں لہذا ضعیف ہیں۔

اب مرزا قادیانی کی یہ تحریر ملاحظہ فرمائیں:۔

''میرا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ مَیں وہ مہدی ہوں جو مصداقِ من ولد فاطمة و من عترتي وغیرہ ہے بلکہ میرا دعویٰ تو مسیح موعود ہونے کا ہے۔ اور مسیح موعود کے لئے کسی محدث کا قول نہیں کہ وہ بنی فاطمہ وغیرہ سے ہوگا۔ ہاں ساتھ اس کے جیسا کہ تمام محدثین کہتے ہیں میں بھی کہتا ہوں کہ مہدی موعود کے بارے میں جس قدر حدیثیں ہیں تمام مجروح اور مخدوش ہیں اور ایک بھی اُن میں سے صحیح نہیں۔ اور جس قدر افترا ان حدیثوں میں ہوا ہے کسی اور حدیث میں ایسا افترا نہیں ہوا''......(پھر چار سطریں چھوڑ کر یہ لکھا)......'' مگر دراصل یہ تمام حدیثیں کسی اعتبار کے لائق نہیں یہ صرف میرا ہی قول نہیں بلکہ بڑے بڑے علماء اہل سنت یہی کہتے چلے آئے ہیں۔ اور ان حدیثوں کے مقابل پر یہ حدیث بہت صحیح ہے جو ابن ماجہ نے لکھی ہے اور وہ یہ ہے کہ لامهدي الا عيسى یعنی اور کوئی مہدی نہیں صرف عیسیٰ ہی مہدی ہے جو آنے والا ہے''۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، رخ 21، صفحہ 356)

مرزا پر سوال ہوا تھا کہ احادیث میں تو آتا ہے کہ ''مہدی'' آنحضرت ﷺ کی عترت اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ہوگا اور یہ بھی آتا ہے کہ اُس کا نام اور اُس کے والد کا نام آنحضرت ﷺ کی طرح ہوگا، تم نہ عترت رسول ﷺ اور نہ تمہارا نام محمد بن عبداللہ، پھر تم کیسے مہدی ہوئے؟، تو اُس کا جواب دیتے ہوئے مرزا نے یہ تحریر لکھی جس میں یہ اقرار کیا کہ میرا دعویٰ وہ مہدی ہونے کا ہرگز نہیں جس کے بارے میں احادیث میں آتا ہے کہ وہ اہل بیت رسول ﷺ اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہوگا، میرا دعویٰ تو صرف مسیح موعود ہونے کا ہے، یہاں مرزا نے ایک جھوٹ بھی بولا کہ ''تمام محدثین کہتے ہیں کہ مہدی موعود کے بارے میں جس قدر حدیثیں ہیں تمام مجروح ہیں اور اُن میں سے ایک بھی صحیح نہیں...... نیز بڑے بڑے علماء اہل سنت یہ کہتے آئے ہیں کہ یہ تمام حدیثیں کسی اعتبار کے لائق نہیں''، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ مرزا کا صریح جھوٹ ہے کہ تمام محدثین کہتے ہیں کہ اِن میں سے ایک بھی حدیث صحیح نہیں **لعنة الله على الكاذبين**۔ لیکن یہاں مرزا نے حسب عادت اپنی ''عیاری'' دکھائی ہے اور قلا بازی کھائی ہے، لکھتا ہے کہ ''اور ان حدیثوں کے مقابل پر یہ حدیث بہت صحیح ہے جو ابن ماجہ نے لکھی ہے اور وہ یہ ہے کہ لامهدي الا عيسىٰ یعنی اور کوئی مہدی نہیں صرف عیسیٰ ہی مہدی ہے جو آنے والا ہے''، غور فرمائیں مرزا کے دجل وفریب پر ابھی خود لکھ رہا تھا کہ تمام محدثین کہتے ہیں کہ مہدی موعود کے بارے میں ایک بھی حدیث صحیح نہیں، نیز اُس نے یہ بھی لکھا کہ چونکہ مہدی کی روایات صحیح بخاری و مسلم میں نہیں اس لئے ضعیف ہیں، اور یہیں کھڑے کھڑے ابن ماجہ کی اِس حدیث کو صرف صحیح نہیں بلکہ ''بہت صحیح'' بھی لکھ رہا ہے جس میں صراحت کے ساتھ لفظ ''مہدی'' مذکور ہے (حقیقت میں ابن ماجہ کی اس روایت کے مجروح اور ضعیف ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق ہے جیسا کہ آگے بیان ہوگا، نیز اگر اس حدیث کو صحیح بھی فرض کر لیا جائے تو بھی یہ مرزا کے کسی کام کی نہیں کیونکہ وہ عیسیٰ بن مریم نہیں بلکہ غلام احمد بن چراغ بی بی ہے اور اس حدیث میں مریم کے بیٹے عیسیٰ کے مہدی ہونے کا ذکر ہے)۔

اب مرزا قادیانی کا یہ بیان ملاحظہ فرمائیں:۔

''اس میں کچھ شک نہیں کہ احادیث میں جہاں جہاں مہدی کے نام سے کسی آنے والے کی نسبت پیشگوئی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی درج ہے اس کے سمجھنے میں لوگوں نے بڑے بڑے دھوکے کھائے ہیں اور غلط فہمی کی وجہ سے عام طور پر یہی سمجھا گیا ہے کہ ہر ایک مہدی کے لفظ سے مراد محمّد بن عبداللہ ہے جس کی نسبت بعض احادیث پائی جاتی ہیں لیکن نظر غور سے معلوم ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کئی مہدیوں کی خبر دیتے ہیں منجملہ ان کے وہ مہدی بھی ہے جس کا نام حدیث میں سلطان مشرق رکھا گیا ہے جس کا ظہور ممالک مشرقیہ ہندوستان وغیرہ سے اور اصل وطن فارس سے ہونا ضرور ہے درحقیقت اسی کی تعریف میں یہ حدیث ہے کہ اگر ایمان ثریا سے معلق یا ثریا پر ہوتا تب بھی وہ مرد وہیں سے اس کو لے لیتا اور اسی کی یہ نشانی بھی لکھی ہے کہ وہ کھیتی کرنے والا ہوگا۔ غرض یہ بات بالکل ثابت شدہ اور یقینی ہے کہ صحاح ستّہ میں کئی مہدیوں کا ذکر ہے اور ان میں سے ایک وہ بھی ہے جس کا ممالک شرقیہ میں ظہور لکھا ہے، مگر بعض لوگوں نے روایات کے اختلاط کی وجہ سے دھوکا کھایا ہے لیکن بڑی توجہ دلانے والی یہ بات ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہدی کے ظہور کا زمانہ وہی زمانہ قرار دیا ہے جس میں ہم ہیں اور چودھویں صدی کا اس کو مجدد قرار دیا ہے''۔

(نشانِ آسمانی، رخ 4، صفحہ 370)

لیجئے! کہیں تو ان تمام احادیث کو مجروح اور ناقابلِ اعتبار قرار دیا جارہا تھا، اور یہاں صحاح ستّہ کے حوالے سے یہ ثابت کیا جارہا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک نہیں بلکہ ''بہت سے'' مہدیوں کی خبر دی ہے، اور پھر نہایت بے باکی کے ساتھ ایک ساتھ حدیث شریف پر متعدد جھوٹ بولے گئے کہ نبی کریم ﷺ نے کسی ایسے مہدی کی خبر دی ہے جس کا نام ''سلطان مشرق'' رکھا گیا ہے اور یہ خبر دی ہے کہ وہ ہندوستان وغیرہ میں ظاہر ہوگا اور اس کا اصل وطن فارس ہوگا، اور پھر یہ لکھتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک مہدی کو چودھویں صدی کا مجدد قرار دیا ہے۔ ہم سرِ دست صرف اتنا عرض کریں گے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا ''جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے''۔ کیا مرزا قادیانی کا کوئی امتی وہ صحیح حدیث رسول ﷺ پیش کرسکتا ہے جس میں یہ بیان ہے کہ ''مہدی فارسی نسل سے ہوگا اور اس کا نام سلطان مشرق ہوگا''؟ کیا کوئی مرزائی محقق اس صحیح حدیث رسول ﷺ کا حوالہ پیش کرسکتا ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے ''مہدی کو چودھویں صدی کا مجدد'' فرمایا ہے؟، اگر کوئی مرزا قادیانی کو ''جہنمی'' ہونے سے بچا سکتا ہے سامنے آئے۔

ایک جگہ مرزا قادیانی اپنی پیدائش کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:۔

''میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جس کا نام جنت تھا (یعنی مرزا کی بہن۔ ناقل) اور پہلے وہ لڑکی پیٹ میں سے نکلی تھی اور بعد اس کے میں نکلا تھا اور میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکی یا لڑکا نہیں ہوا اور میں ان کے لئے خاتم الاولاد تھا اور یہ میری پیدائش کی وہ طرز ہے جس کو بعض اہل کشف نے مہدی خاتم الولایت کی علامتوں میں

سے لکھا ہے اور بیان کیا ہے کہ وہ آخری مہدی جس کی وفات کے بعد اور کئی مہدی نہیں ہوگا خدا سے براہ راست ہدایت پائے گا جس طرح آدم نے خدا سے ہدایت پائی اور وہ اُن علوم و اسرار کا حامل ہوگا جن کا آدم خدا سے حامل ہوا اور ظاہری مناسبت آدم سے اس کی یہ ہوگی کہ وہ بھی زوج کی صورت پیدا ہوگا یعنی مذکر و مؤنث دونوں پیدا ہوں گے جس طرح آدم کی پیدائش تھی کہ اُن کے ساتھ ایک مؤنث بھی پیدا ہوئی تھی یعنی حضرت حوّا علیہا السلام، اور خدا نے جیسا کہ ابتدا میں جوڑا پیدا کیا مجھے بھی اس لئے جوڑا پیدا کیا کہ تا اوّلیت کو آخریّت کے ساتھ مناسبت تام پیدا ہو جائے''۔

(تریاق القلوب، رخ 15، صفحات 479و480)

لیجئے! مرزا نے ''نامعلوم'' اہل کشف کا نام لے کر اپنے آپ کو آخری اور ''مہدی خاتم الولایت'' بھی ثابت کر دیا، اور حضرت آدم و حوّا علیہا السلام کو ''جڑواں'' بھی ثابت کر دیا، اور یہ بھی دعویٰ کر ڈالا کہ میری پیدائش اسی طرح ہوئی جیسے حضرت آدم و حوّا علیہا السلام کی ہوئی تھی، اور یہ اعلان بھی کر دیا کہ میرے بعد کوئی مہدی نہیں ہوگا، یہ الگ بات ہے کہ اس تحریر میں مرزا نے ''خاتم الاولاد'' کا مفہوم یہ بیان کیا کہ جس کے بعد اس کے ماں باپ کے گھر کوئی لڑکی یا لڑکا پیدا نہ ہو، اور ''مہدی خاتم الولایت'' کا مفہوم یہ بتایا کہ جس کے بعد اور کوئی مہدی نہ ہو، پھر نہ جانے ''خاتم النبیین'' کا جب یہ مفہوم بیان کیا جائے کہ وہ نبی جن کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہو تو مرزا قادیانی اور اس کی امت کیوں پیچ و تاب کھاتی ہے؟۔

مرزا قادیانی کے جھوٹوں کی بات چلی ہے تو ''مہدی'' کے موضوع سے متعلق مرزا قادیانی کے چند مزید جھوٹ ملاحظہ فرمائیں، ایک جگہ لکھتا ہے:۔

''پھر آپ نے الآیات بعد المائتین کہہ کر مہدی موعود کی پیدائش کو تیرھویں صدی قرار دیا''۔

(ایام الصلح، رخ 14، صفحہ 400)

یہاں مرزا نے ایک روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جو سنن ابن ماجہ وغیرہ میں مذکور ہے (دیکھیں: سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 4057)، اگر چہ اس روایت میں ایک راوی ہے ''عون بن عمارة العبدی'' جس کو امام ابوزرعہ نے ''منکر الحدیث''، امام ابوحاتم نے ''منکر الحدیث اور ضعیف'' اور امام ابوداود نے بھی ''ضعیف'' کہا ہے (بحوالہ: تهذيب التهذيب، جلد 3، صفحہ 339، مؤسسۃ الرسالۃ)، نیز امام ابن جوزی نے اس روایت کے بارے میں صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ ''هذا حديث موضوع على رسول الله صلى الله عليه وسلم '' یہ حدیث موضوع ہے (الموضوعات لابن الجوزی، جلد 3، صفحہ 198، طبع المکتبۃ السلفیۃ، مدینہ منورہ)، اور حافظ ابن کثیرؒ نے بھی لکھا ہے ''لا یصح'' یہ حدیث صحیح نہیں ہے (البداية والنهاية، جلد 17، صفحہ 22، طبع دار ابن کثیر)، لیکن اگر یہ روایت بفرض محال صحیح بھی تسلیم کر لی جائے تو اس میں جو عربی الفاظ ہیں ''الآيات بعد المائتين'' ان کا ترجمہ ہے ''نشانیاں دوسو (200) کے بعد ہوں گی'' یہاں ''دوسو'' کا ذکر ہے نہ کہ ''بارہ سو'' کا جسے مرزا قادیانی ''تیرھویں صدی'' بنا رہا ہے، اور نہ

ہی یہاں ''مہدی کی پیدائش'' کا کوئی نام ونشان، لیکن مرزا قادیانی انتہائی بے شرمی کے ساتھ اس (موضوع) روایت سے یہ ثابت کررہا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس میں یہ خبر دی ہے کہ مہدی موعود کی پیدائش تیرھویں صدی میں ہوگی۔ **لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔**

ایک اور جگہ تو مرزا قادیانی نے کذب بیانی کی انتہاء کردی، لکھتا ہے:۔

''ایسا ہی احادیث صحیحہ میں آیا تھا کہ وہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئے گا اور وہ چودھویں صدی کا مجدد ہوگا''۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ، رخ 21، صفحہ 359)

یہ بھی مرزا قادیانی کا احادیث شریفہ پر جھوٹ ہے، مرزا کو مرے ہوئے سو سال سے زیادہ ہو چکے لیکن آج تک اس کا کوئی امتی ''احادیث صحیحہ'' تو کیا صرف ایک صحیح حدیث بھی ایسی پیش نہیں کرسکا جس میں یہ بیان ہو کہ ''مسیح موعود چودھویں صدی کا مجدد ہوگا''، اور جب تک ایسی صحیح حدیث نہیں ملتی اُس وقت تک مرزا قادیانی پر لعنت برستی رہے گی کیونکہ اُس نے خود لکھا تھا:۔

''خدا کی جھوٹوں پر نہ ایک دم کے لئے لعنت ہے بلکہ قیامت تک لعنت ہے''۔

(اربعین نمبر 4، رخ 17، صفحہ 398)

مرزا قادیانی اپنے آپ کو فاطمی اور اہل بیت رسول ﷺ کا فرد بناتا ہے

اب آیئے مرزا قادیانی کے مزید بیانات کا مطالعہ کرتے ہیں، لکھتا ہے:۔

''بھلا اگر مجھے قبول نہیں کرتے تو یوں سمجھ لو کہ تمہاری حدیثوں میں لکھا ہے کہ مہدی موعود خَلق اور خُلق میں ہمرنگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا اور اُس کا اسم آنجناب کے اسم سے مطابق ہوگا یعنی اس کا نام بھی محمد اور احمد ہوگا اور اس کے اہل بیت میں سے ہوگا''...... (پھر اس مقام پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے لکھتا ہے)...... ''یہ بات میرے اجداد کی تاریخ سے ثابت ہے کہ ایک دادی ہماری شریف خاندان سادات سے ہے اور بنی فاطمہ میں سے تھی اس کی تصدیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کی اور خواب میں مجھے فرمایا کہ **سلمان منا اھل البیت علی مشرب الحسن۔** میرا نام سلمان رکھا یعنی دو سِلم۔ اور سِلم عربی میں صلح کو کہتے ہیں۔ یعنی مقدر ہے کہ دو صلح میرے ہاتھ پر ہوں گی۔ ایک اندرونی کہ جو اندرونی بغض وشحناء کو دور کرے گی دوسری بیرونی عداوت کے وجوہ کو پامال کر کے اسلام کی عظمت دکھا کر غیر مذہب والوں کو اسلام کی طرف جھکا دے گی۔ معلوم ہوتا ہے کہ حدیث میں جو سلمان آیا ہے اس سے بھی میں مراد ہوں ورنہ اس سلمان پر دو صلح کی پیشگوئی صادق نہیں آتی۔ اور میں خدا سے وحی پا کر کہتا ہوں کہ میں بنی فارس میں سے ہوں اور بموجب اُس حدیث کے جو کنز العمال میں درج ہے بنی فارس بھی بنی اسرائیل اور اہل بیت میں سے ہیں اور حضرت فاطمہ نے کشف حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ میں اس میں سے ہوں چنانچہ یہ کشف براہین احمدیہ میں موجود

ہے''۔　　　　(ایک غلطی کا ازالہ، رخ 18، صفحات 212و213)

مرزا قادیانی کی اِس تحریر میں اتنا دجل وفریب اور حماقتیں ہیں کہ اُس کا پوسٹ مارٹم کرنے کے لئے کئی صفحات درکار ہیں، ہم اس حوالے سے صرف یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ مرزا یہ تسلیم کر رہا ہے کہ احادیث میں یہ بات بیان ہوئی ہے کہ آنے والے مہدی کا نام محمد یا احمد ہوگا اور وہ آپ ﷺ کے اہل بیت میں سے ہوگا، اور پھر وہ اپنے آپ کو ''اہل بیت رسول ﷺ'' میں سے ثابت کرنے کے لئے یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ خواب میں نبی کریم ﷺ نے میرے بارے میں فرمایا ہے کہ ''سلمان میرے اہل بیت میں سے ہے'' اور یہی نہیں ایک روایت کتب حدیث میں مذکور ہے جس میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا تھا کہ ''**سلمان منا اهل البيت**'' سلمان تو ہمارے گھر کے ایک فرد کی طرح ہیں (یہ روایت مستدرک حاکم میں وغیرہ میں ہے جسے امام ذہبی نے تلخیص المستدرک میں ضعیف بتلایا ہے، دیکھیں مستدرک حاکم، روایت نمبر 6541، جلد 3، صفحہ 691 طبع دار الکتب العلمیۃ بیروت، نیز ان الفاظ کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حضرت سلمان بنی ہاشم کے خاندان سے ہیں) لیکن مرزا قادیانی نہایت بے شرمی کے ساتھ لکھ رہا ہے کہ مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں بھی سلمان سے مراد میں ہوں، پھر سب کو پتہ ہے کہ مرزا قادیانی کا خاندان مغل برلاس ہے تو اپنے آپ کو ''بنی فاطمہ'' بنانے کے لئے پہلے یہ فریب دے رہا ہے کہ میری ایک دادی سادات اور بنی فاطمہ میں سے تھی، پھر یہ دھوکہ دے رہا ہے کہ میرے خدا نے مجھے یہ بتایا ہے کہ (تو مغل برلاس نہیں) بلکہ بنی فارس میں سے ہے ،یوں مرزا ''مغل برلاس'' سے ''فارسی'' بن گیا، دوسرے مرحلے میں اپنے آپ کو ''بنی اسرائیل'' اور ''بنی فاطمہ'' بنانے کے لئے کسی (نامعلوم) حدیث کا حوالہ دے رہا ہے کہ بنی فارس اصل میں بنی اسرائیل اور اہل بیت ہیں، نیز آخر میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے متعلق اپنا ایک کشف بھی بیان کیا ہے جس کو ہم نے حوالہ مکمل کرنے کے لئے نقل تو کر دیا ہے لیکن یقین کریں ہمارے قلم میں مرزا قادیانی کی طرف سے کی گئی اس توہین اور بے ادبی پر تبصرہ کرنے کی تاب نہیں۔

الغرض! آپ پہلے مرزا قادیانی کی یہ تحریر پڑھ چکے ہیں کہ ''میرا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ میں وہ مہدی ہوں جو مصداق **من ولد فاطمه ومن عترتي** وغیرہ ہے''، لیکن یہاں وہ اپنے آپ کو ''بنی فاطمہ اور اہل بیت رسول ﷺ'' میں سے ثابت کرنے پر مُصر ہے اور اپنے خود ساختہ خوابوں اور کشوف کو دلیل کے طور پر پیش کر رہا ہے۔

آنے والے مہدی کا نام کیا ہوگا؟ مرزا قادیانی کی ایک اور تحریر ملاحظہ فرمائیں:۔

''اور جب تم اشد سرکشیوں کی وجہ سے سیاست کے لائق ٹھہر جاؤ گے تو محمد بن عبداللہ ظہور کرے گا جو مہدی ہے''

(ازالہ اوہام، رخ 3، صفحہ 409)

(جاری ہے)

☆......☆......☆

حبیب الرحمٰن بٹالوی

نئی روشنی

دوپہر......دوبجے کا عمل......راستے میں سڑک پر لوگوں کا ہجوم......دیکھا ایک جوان لڑکی......بے حس وحرکت، سڑک کے بیچ بے سدھ پڑی تھی......زرد رنگت......جیسے بدن سے خون نچوڑ لیا گیا ہو......سانس چل رہا تھا جیسے آخری ہچکیاں لے رہی ہو......ایسے لگتا تھا جیسے کوئی حادثہ ہوا ہو......کسی سواری سے بڑی طرح ٹکرا کر گری ہو یا طبعاً بے ہوشی سے دوچار ہوئی ہو......لوگ کانوں کو ہاتھ لگا رہے تھے......بس کے انتظار میں فٹ پاتھ پہ کھڑا ایک لڑکا کہہ رہا تھا...... یہ لڑکی میرے دیکھتے دیکھتے پہل سے گری ہے......میں دم بخود رہ گیا......اعصاب پر درد والم کا دباؤ......دکھ سے جی بھر آیا...... ذہن میں کئی طرح کے وسوسے آتے چلے گئے......نہ جانے کس گھرانے کی ہے......ماں باپ پر کیا گزرے گی......آخر کون سی ایسی سنگین وجہ تھی کہ یہ اس حالت کو پہنچی......اس بے چاری پر یہ نوبت آئی......گری ہے یا کسی نے دھکا دیا ہے...... شاید کسی نے اغوا کیا ہو......راستے میں جان بچانے کے لیے، گاڑی سے چھلانگ لگائی ہو......خودکشی؟ نہیں......نہیں......

کئی دنوں کے بعد پتہ چلا......لڑکی نے اک تحریر بھی چھوڑی ہے......جس میں لکھا تھا: ''میں وہ بدنصیب لڑکی ہوں جس نے اپنے گھر کی خوشحالی اپنے ہاتھوں برباد کی ہے......میری وجہ سے میرے ماں باپ کو ذہنی اذیت، شرمندگی اور ذلت کا سامنا کرنا پڑا......اس دن نہ میں اپنے باپ سے بدتمیزی کرتی......نہ میرے والد میری ماں کو طلاق دیتے۔ نہ ہمارا گھر اجڑتا...... باپ کے جانے کے بعد میں پریشان رہی ہوں۔ میری برداشت اب جواب دے گئی۔ امید ہے میرے والدین اور بہن بھائی مجھے معاف کر دیں گے۔''

بعد میں قریبی لوگوں سے واقعے کا علم ہوا۔ ایک خوشحال گھرانہ ہنسی خوشی رہ رہا تھا......بچوں میں سے ایک بیٹی، یونیورسٹی کی طالبہ تھی......علم حاصل کرنا کوئی عیب کی بات نہیں مگر برا ہو اس مخلوط تعلیم کا جس کی وجہ سے یہ لڑکی اس حالت کو پہنچی۔

ہوا یوں کہ بیٹی نے کلاس فیلو (ایک لڑکے) کا نام ماں باپ کو شادی کے لیے تجویز کر دیا۔ کہ آج کل شرم وحیا تو الیکٹرانک میڈیا نے ختم کر کے رکھ دی ہے۔ موبائل، انٹرنیٹ اور نام نہاد روشن خیالی کی ترجمان این جی اوز، ملٹی نیشنل کمپنیاں ''بات کرو، ساری رات کرو'' کے کلچر نے روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم نوجوانوں کے سینوں سے نکال دی ہے...... ماں باپ نے یہ دیکھتے ہوئے کہ لڑکا کھاتے پیتے گھرانے کا ہے، بیٹی کا نکاح کر دیا اور یہ طے پایا کہ تعلیم کی تکمیل کے بعد بیٹی کی باقاعدہ رخصتی کر دی جائے گی......مگر جوانی کا گھوڑا منہ زور ہوتا ہے۔ بقول شورش کاشمیری، جوان کی رگوں میں بجائے خون کے شراب دوڑتی ہے......لڑکا لڑکی دونوں نہ رہ سکے۔ لڑکے نے لڑکی والوں کے گھر آنا شروع کر دیا......گلی محلے والوں نے انگلیاں اٹھائیں......رشتے داروں نے باتیں بنائیں......تھوئی تھوئی تک بات جا پہنچی......میاں نے بیوی سے کہا......

لڑکے کو روکو...... ابھی گھر نہ آیا کرے بری بات ہے...... بڑا سمجھایا مگر بیوی نے بات کو زیادہ اہمیت نہ دی...... بیٹی کی مرضی کے مطابق اس کا ساتھ دیتی رہی...... کہ مائیں ہی بچوں کو سنوارتی ہیں اور مائیں ہی بگاڑتی ہیں...... اندر ہی اندر لاوا پکتا رہا...... میاں بیوی میں تکرار، تلوار بنتی چلی گئی...... میاں نے ایک دن بیوی کو برا بھلا کہا کہ بات ہی ایسی تھی...... بیٹی باپ کے سامنے کھڑی ہوگئی اور باپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہنے لگی۔ ''جب ہمارا نکاح ہو چکا ہے پاپا! تو آپ کون ہوتے ہیں پابندیاں لگانے والے؟ ماں نے بیٹی کی تائید کی...... مغرب نے مشرق کو لتاڑ دیا...... نئی تہذیب پرانی تہذیب پر غالب آ گئی...... روشن خیال بیٹی نے، بنیاد پرست باپ کو کہیں کا نہ چھوڑا...... باپ کے لیے ڈوب مرنے کا مقام تھا......

مرتا کیا نہ کرتا...... بیوی کو باقاعدہ طلاق دی اور تن تنہا باہر چلا آیا...... بیوی روتی ہوئی بھائیوں کے ہاں چلی گئی۔ بچے برباد ہو کے رہ گئے...... نئی روشنی کے ہاتھوں اچھا بھلا گھر اجڑ گیا...... اور ماضی کے اس واقعے کو سامنے رکھتے ہوئے حال یہ کہہ رہا ہے کہ:

کل تک جسے دامن میں چھپاتی تھی شرافت
ہر بزم میں رقصاں وہ ادا دیکھ رہا ہوں
اے عیش پرستانِ چمن وقت کے بندو!
میں وقت کی آنکھوں میں دغا دیکھ رہا ہوں

مسافرانِ آخرت

- چیچہ وطنی میں دارالعلوم ختم نبوت کے معاون محمد شفیق اور محمد سعید (برمنگھم) کی والدہ ماجدہ، انتقال: 13/مارچ جمعۃ المبارک
- انجمن اسلامیہ جامع مسجد چیچہ وطنی کے صدر چودھری اختر علی ڈوگر، 14/مارچ ہفتہ کو انتقال کر گئے
- سید میر رضاء الدین احمد، (چیچہ وطنی) کے برادرِ بزرگ اور سید رضوان الدین احمد صدیقی مرحوم کے کزن پروفیسر میر معیذ الدین احمد 19/مارچ جمعرات کو انتقال کر گئے۔
- ملتان میں ہمارے ساتھی اشفاق احمد کے بھائی 27/فروری کو انتقال کر گئے
- دفتر احرار چیچہ وطنی کے کمپیوٹر سیکشن کے انچارج شاہد حمید کی اہلیہ کے ماموں محمد رفیق (گوجرہ) 23/مارچ پیر کو انتقال کر گئے
- جامعہ خیر المدارس کے استاذ مولانا قاری محمود احمد جھنگوی کی دختر 26/فروری کو انتقال کر گئیں
- مدرسہ معمورہ ملتان کے سابق طالب علم حافظ وسیم اللہ کی نانی صاحبہ 19/مارچ کوناگڑیاں (گجرات) میں انتقال کر گئیں
- نقیب ختم نبوت کے سرکولیشن مینجر محمد یوسف شادؔ کے ماموں ابوسلیم اللہ بخش ڈرائیور 23/مارچ کو انتقال کر گئے
- مجلس احرار اسلام ملتان کے قدیم کارکن اقبال چغتائی کی جواں سال بیٹے حامد اقبال 22/مارچ کو ٹریفک حادثے میں انتقال کر گئے

قارئین سے درخواست ہے کہ مرحومین کے لیے ایصال ثواب اور دعاءِ مغفرت کا خصوصی اہتمام فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت فرمائیں اور لواحقین کو صبر جمیل عطاء فرمائے (آمین)

حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ھے

● نام کتاب: اشکِ گُل (شعری مجموعہ)　　　شاعر: محمد فیاض عادؔل فاروقی　　　(مبصر: صبیح ہمدانی)

ضخامت: ۴۰۰ صفحات　　قیمت: درج نہیں　　ناشر: دارالکتاب، برطانیہ　　رابطہ: ملک مختار فاروق، گلی گیلانی ماڈل سکول، سرگودھا روڈ، آدھیوال، جھنگ صدر

اقبالؔ کے بقول حقیقت سوز سے معرّا ہو تو اُس کا نام حکمت وفلسفہ ہے لیکن وہی حقیقت جب دل کے سوزِ درونی سے محلّیٰ ہوتی ہے وہ شعر بن چکی ہوتی ہے۔ گویا شعر کی ماہیت دو چیزوں کا مجموعہ ہے، ایک اُس کا بذات خود حق ہونا اور دوسری چیز وہ سوز وساز جو اظہارِ حقیقت کے لیے پیرایہ بنا ہے۔ ان میں سے ایک چیز شعر کے مضمون سے تعلق رکھتی ہے اور دوسری طرزِ ادا ہے۔ ان دونوں میں سے کسی ایک میں کمی شعر کو شعریت کے درجے سے اُتار دیتی ہے۔

برطانیہ میں مقیم معروف شاعر، خطیب، مصنف اور عالمِ دین جناب فیاض عادؔل فاروقی شعر کی اصل ماہیت سے بخوبی آگاہ ہیں کہ خود کو علامہ اقبال کے نظریۂ فن کے پیرو اور متبع سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کا قاری فکری اور فنی دونوں سطح پر اُنھیں اقبالیاتی مکتب شعر سے ہی منسلک پاتا ہے۔ عادؔل نے اپنے اشعار میں اظہار کے لیے حقائق کا ہی انتخاب کیا ہے اور حضرتِ حق جلّ مجدہ کی جانب سے اُنھیں وہ دمِ گرم بھی عطا ہوا ہے جس کو اقبال نے ’سوز از دل‘ کا نام دیا تھا۔ زیرِنظر مجموعۂ غزلیات اسی حقیقت کا عکاس ہے۔ اُن کا کہنا ہے (بدن کی شاعری تم کو مبارک / مجھے ہے قصۂ دل سنانا)

جناب فیاض عادؔل کے کلام کا اولین تاثر اُن کی قادر کلامی ہے جس کا اظہار متعدد ومختلف بحور، نئی اور انوکھی زمینوں، عروضی تجربات، اشعار کی کثرتِ تعداد، صنائع بدائع اور دیگر محسّنات لفظیہ کے استعمال سے ہوتا ہے۔ زیرِ تبصرہ کتاب کے شروع میں تقاریظ کے ضمن میں پروفیسر ڈاکٹر خورشید خاورؔ امروہوی صدیقی کا مضمون شاملِ اشاعت ہے جن کی تحقیق کے مطابق اُن کا کلام ۵۷ صنائع سے مزیّن ہے۔ دوسری طرف اگر جناب فیّاض عادؔل کے مضامین وموضوعاتِ شعری کا جائزہ لیا جائے تو اُن کی راست گوئی اور حق بیانی سے ایمان کو جلا ملتی ہے۔ اُن کے اختیار کردہ موضوعات ایسے ہیں کہ عام طور پر شعرائے اردو نے انھیں فکرِ سخن کے لیے منتخب نہیں کیا۔ وہ عقائدِ اسلام کا بیان ہو یا ختم المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے گرامی مرتبت آل واصحاب کی مدحت کا عنوان، جبابرۂ زمانہ کو للکارنے کا مسئلہ ہو یا حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کا کوئی نکتہ، عادؔل فاروقی ایسی خوش اسلوبی وخوش بیانی سے تعبیرِ حقیقت کرتے ہیں کہ قاری کو خوشگوار حیرت ہونے لگتی ہے۔

اگر چہ شاعر پر گفتگو کرتے ہوئے نمونۂ کلام پیش کرنا رسم ورہِ عام ہے اور ہم اُس کی پابستگی نہیں چاہتے لیکن اُن کا ایک مطلع بطورِ خاص نذرِ قارئین ہے۔ارشاد ہوا ہے

نبی نے بات جو کھُل کر کہی تھی
وہاں گوتم نے کیوں چُپ سادھ لی تھی؟

تقریظ نگار جناب پروفیسر ڈاکٹر خورشید خاور صدیقی امروہوی اس شعر کی توضیح میں لکھتے ہیں: ''جب گوتم بدھ سے خدا کے بارے میں سوال کیا گیا تو جواب ایک طویل خاموشی کے سوا کچھ نہ تھا۔اس کے برعکس انبیاء علیہم السلام کا مشن ہی اُس ایک خدا کا کھلا پرچار کرنا ہے جس کے قبضۂ قدرت میں ساری کائنات ہے۔شعرا کی عام روش تو گوتم بدھ کی اس خاموشی کو تحسین وآفرین پیش کرنے کی ہے لیکن عادلؔ فاروقی نے اس روش کو چیلنج کرتے ہوئے گوتم کی خاموشی کو دانائی کی بجائے لاعلمی کا مظاہرہ قرار دیا ہے''۔

خوبصورت مضامین پر خوبصورت شاعری کا یہ مجموعہ عمدہ کاغذ پر طبع بھی خوبصورت انداز میں ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ جناب فیاض عادل فاروقی کو حق گوئی کی مسلسل توفیقات سے نوازتے رہیں اور اُن کے کلام میں اثر انگیزی کے جوہر میں اضافہ فرمائیں۔

● **نام کتاب:** جہانِ نعت (بہزادلکھنوی، نعت نمبر)　　　**مدیر:** محمد رمضان میمن　　**ضخامت:** ۱۶۸صفحات　**قیمت:** ۲۰۰

مقامِ اشاعت: جہانِ نعت، شارع مسجد حدیبیہ، گلشنِ حدید، فیز۲، بن قاسم ضلع ملیر۔کراچی

عاشقِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم جناب بہزادلکھنوی اردو زبان کے اُن چند خوش نام شعرا میں شمار ہوتے ہیں جن کے تعارف کی وجہ اُن کی والہانہ نعت گوئی بنی۔مجذوب مزاج سردار احمد خان بہزادؔ لکھنوی کا اولین تعارف اُن کا غیر معمولی تغزّل تھا جس نے برّصغیر کے سامعینِ شعر کو دادِ تحسین دینے پر مجبور کر دیا تھا۔اچانک اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے اُن پر رحمت ہوئی اور وہ سراسر نعت کے ہی ہو کر رہ گئے۔

زیرِ نظر رسالہ ''جہانِ نعت'' کراچی سے نکلنے والا ایک منفرد کتابی سلسلے کی دوسری اشاعت ہے جو حضرتِ بہزاد لکھنوی پر خصوصی نعت نمبر کی حیثیت میں نشر کی گئی ہے۔ رسالے میں ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی، ماہر القادری، فرمان فتح پوری ڈاکٹر عاصی کرنالی سمیت مشاہیر اہلِ فضل وکمال کے مضامین موجود ہیں۔جناب بہزادؔ کی منتخب نعتیں، حمدیں اور اُن کے دو مختصر سفر نامہ ہائے حج ودیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس اشاعت کی زینت ہیں۔

یہ اشاعت تاریخی اہمیت کی حامل ہے۔طباعت واشاعت کا معیار مناسب ہے لیکن ترتیب میں بہتری کی گنجائش محسوس ہوتی ہے۔مثلاً سید ابوالخیر کشفی کے مضمون کا بظاہر صرف تمہیدی حصہ شامل اشاعت ہوا ہے کیونکہ سلسلۂ کلام

ابھی جاری محسوس ہوتا ہے۔ اسی طرح سلطانہ مہر سے بہزاؔد مرحوم کی گفتگو کے عنوان سے جو تحریر شائع کی گئی ہے اُس میں بہزاؔد مرحوم کے انٹرویو کی بجائے سلطانہ مہر کے تأثرات مندرج ہیں۔ بحیثیتِ مجموعی رسالہ قابلِ قدر اور لائقِ مطالعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کارپردازان کی کوششوں کو بابرکت بنا کر توشۂ آخرت میں جمع فرمائیں۔

● نام کتاب: محاضراتِ تعلیم محاضر: ڈاکٹر محمود احمد غازی (مبصر: حبیب الرحمٰن بٹالوی)

مرتب: سید عزیز الرحمٰن صفحات: ۳۶۸ قیمت: ۳۵۰ روپے

ناشر: زوار اکیڈمی پبلی کیشنز: اے ۴؍۱۷ ناظم آباد ۴، کراچی

دینی تعلیم اور مدارس کے کردار پر ان کے نظام اور نصاب کے حوالے سے بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ عصرِ نو کے طرز و انداز سے ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے نئی نئی تجاویز تسلسل کے ساتھ سامنے آ رہی ہیں۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی (اللہ اُن کی مغفرت فرمائیں) ایک انتہائی وسیع المطالعہ سکالر تھے۔ مرحوم کا تعلّق ایک بڑے دینی خاندان سے تھا۔ تمام عمر مختلف سرکاری مناصب اور تعلیمی اداروں سے وابستہ رہے۔ دینی مدارس کے نصاب اور نظام سے متعلق اُن کے خواطر و احساسات ایک خارجی آدمی کے نہیں بلکہ ایک محرمِ خانہ کے سے تھے۔ اُنھیں عصرِ رواں میں مسلمانوں کے مختلف نظام ہائے تعلیم کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ اور وہ اس سلسلے میں دینی مدارس میں بہتریوں کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے۔ ابوعمار زاہد الرشدی رقم طراز ہیں کہ جہاں لوگوں کا رجحان دین اسلام کی طرف راغب کرنے میں مساجد، مدارس اور خانقاہوں کا کردار نمایاں ہے۔ وہاں ڈاکٹر محمود احمد غازی جیسے دانشوروں کی خدمات بھی انتہائی اہمیت کی حامل ہیں۔

اس سلسلے میں غازی صاحب مرحوم و مغفور نے مختلف مقامات پر اپنی تجاویز و خاطرات کا اظہار کیا۔ جنھیں دعوہ اکیڈمی سندھ کے صدر نشین اور شش ماہی ''السیرۃ'' کے مدیر جناب سید عزیز الرحمٰن نے ترتیب دے کر مدوّن کیا۔ یہ تقاریر پہلے الشریعہ اکادمی گوجرانوالہ سے ''مسلمانوں کا دینی و عصری نظام'' کے عنوان سے شائع ہوئیں۔ اب اس مجموعے کو مزید اضافوں کے ساتھ ''محاضراتِ تعلیم'' کے نام سے پیش کیا گیا ہے جو اپنے موضوع پر بیش قیمت معلومات کا حامل ہے۔

دلکش ٹائٹل کے ساتھ عمدہ کاغذ پر خوبصورت طباعت سے مزیّن کتاب قابلِ دید ہے۔

● نام کتاب: مولانا محمد عبید اللہ انور، حیات و خدمات مرتب: محمد اسماعیل شجاعبادی

صفحات: ۴۸۰ روپے قیمت: ۴۵۰ روپے ناشر: جامعہ عبیدیہ آئی بلاک علامہ اقبال کالونی فیصل آباد

جانشین شیخ التفسیر، حضرت مولانا عبید اللہ انور رحمۃ اللہ علیہ جمعیت علماء اسلام مغربی پاکستان کے امیر رہے اور آخری دم تک جمعیت سے وابستہ رہے۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے انھیں اپنی زندگی میں اپنا جانشین

مقرر فرمایا۔ آپ نے ۱۹۶۲ء میں ایوب خان کے خلاف تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء میں قائدانہ کردار ادا کیا۔ وہ خشک صوفی نہ تھے۔ جید عالمِ دین اور وسیع المطالعہ تھے۔ انہوں نے خطبۂ جمعہ اور شب جمعہ کی مجلس ذکر میں بیان کو بڑے اہتمام سے جاری رکھا۔ انہیں کوئی شائع کر دے تو بہتوں کا بھلا ہوگا۔ ۱۹۵۳ء میں اپنے والد گرامی شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے ایما پر ہفت روزہ ''خدام الدین'' جاری کیا جو تادم زیست جاری رہا۔ عملی زندگی میں سیاسی اور تحریکی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیا۔ آپ کے قول اور فعل میں تضاد نہ تھا۔ میدان سیاست میں بھی آپ حق گوئی اور بے باکی کا مظہر تھے۔ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے اپنے مرشد مولانا سید جاوید حسین شاہ صاحب مدظلہٗ کے حکم و فرمائش پر اس کتاب کو مرتب کیا۔ شاہ صاحب مدظلہٗ، حضرت مولانا عبیداللہ انور رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہیں۔ کتاب کو آٹھ ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے۔ چہار رنگے خوبصورت ٹائٹل سے مزین ہے۔ کتاب میں مولانا عبیداللہ انور کا فقر، استقامت، تقویٰ، سیاست، ذہانت، توکل، اخلاق و عادات، سخاوت اور آپ کے شب و روز محفوظ کر دیے گئے ہیں۔ مولانا عبیداللہ انور ایک ہمہ جہت اور بھرپور شخصیت تھے۔ مولانا کی شخصیت پر ایک بھرپور کتاب کی ضرورت ابھی باقی ہے۔ تاہم مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کی یہ مخلصانہ کوشش قابلِ تحسین ہے۔

● **نام کتاب:**　اشاریہ ماہنامہ ''الرحیم'' ''الولی'' حیدرآباد (جون ۱۹۶۳ء تا جون ۲۰۰۷ء)

مرتب: محمد شاہد حنیف　　قیمت: ۴۰۰ روپے　　صفحات: ۲۱۴

ہر چیز کی ترقی کے ساتھ ساتھ ہر موضوع پر اس قدر لٹریچر شائع ہو رہا ہے کہ سب کا احاطہ کرنا مشکل کام ہے۔ ان حالات میں کتب یا رسائل کی اتنی بڑی تعداد میں خاص موضوع تک رسائی اس سے بھی زیادہ مشکل امر ہے۔ اسی مشکل کو حل کرنے کے لئے محققین نے ان کے اشاریے تیار کرنے کا فن ایجاد کیا ہے۔ جس کی مدد سے ہم اپنے مطلوبہ موضوع تک رسائی کر سکتے ہیں۔ ماہنامہ ''الرحیم الولی'' کا مشترکہ اشاریہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یہ اشاریہ بھی جناب شاہد حنیف کا تیار کردہ ہے۔ اس میں جون ۱۹۶۳ء سے لے کر جون ۲۰۰۷ء تک شائع ہونے ''الرحیم'' اور ''الولی'' کے شمارے شامل کیے گئے ہیں۔ اس اشاریے سے علامہ غلام مصطفےٰ قاسمی سے وابستہ موضوعات پر تحقیق کرنے میں بہت مدد ملے گی۔

● **نام کتاب:**　آسمانی صحائف اور قرآن کریم　مؤلف: مشتاق احمد قریشی　　**(مبصر: مولوی اخلاق احمد)**

ضخامت: ۵۱۲ صفحات　　قیمت: ۵۰۰ روپے

ناشر: نئے افق پبلی کیشنز۔ ۷ فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی 021-35620771-0300-8264242

دستور العمل اور ضابطہ حیات کے اعتبار سے اسلام جتنا مالا مال اور امیر ہے اتنا دنیا کا کوئی اور دین یا مذہب نہیں کیونکہ اسلام کا دستورِ حیات ''حفاظتِ خداوندی'' کے سخت پہرے میں ہے جبکہ دیگر مذاہب کے دستور یا قانونی کتابیں

زمانے کی دستبرد سے محفوظ نہیں رہ سکیں اور یہ صرف ہمارا دعویٰ نہیں بلکہ دنیا کا ہر آدمی اس حقیقت سے واقف اور اس کا معترف ہے کہ ''قرآن کریم'' کی صورت میں مسلمانوں کا مکمل ''دستورِ زندگی'' انتہائی محفوظ دستور ہے۔حقائق اور واقعات سے جتنی مناسبت ہمیں اس آخری آسمانی کتاب میں دکھائی دیتی ہے کسی اور صحیفے میں تلاش بسیار کے بعد بھی اس کی نظیر نہیں ملتی، زیرِ تبصرہ کتاب ''آسمانی صحائف اور قرآن کریم'' میں اسی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے، تورات اور انجیل کے بارے میں قدرے مفصل معلومات ہیں گویا کہ کتب سماوی کے حوالے سے مذکورہ کتاب اہم دستاویز ہے۔انداز تحریر سادہ اور دلنشیں ہے اور نسل نو کو مذہب کی طرف راغب کرنے اور انہیں اسلام اور تعلیمات خداوندی سے آگاہ کرنے میں ایک اہم اضافہ ہے۔حضرت مولانا فضل الرحیم اشرفی (لاہور)، مفتی خالد محمود (کراچی) اور ڈاکٹر تنویر احمد کی تقاریظ نے کتاب کو مستند بنا دیا ہے۔

● **نام کتابچہ:** ''سیرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ایک عالمگیر ودائمی نمونۂ عمل''۔دعاءِ خیر، تلخیص وتدوین: ڈاکٹر عرفان خالد ڈھلو
ناشر: شعبہ علوم اسلامیہ یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور

قرن اوّل سے لے کر اب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ پر بے شمار کتب لکھی جا چکی ہیں اور یہ سلسلہ ان شاء اللہ تا قیامت جاری وساری رہے گا، سیرت نگاروں نے متعدد ومتنوع اسالیب اختیار کیے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کے کسی بھی پہلو کو تشنہ نہیں چھوڑا۔زیرِ تبصرہ کتابچہ ''سیرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم، ایک عالمگیر ودائمی نمونۂ عمل'' اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔۲۰ صفحات کے اس کتابچہ میں ڈاکٹر عرفان خالد ڈھلو نے علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے ۱۹۲۵ء میں دیے گئے ۸ لیکچرز کی تلخیص کر کے ان کو ایک اچھوتے اور منفرد اسلوب میں پیش کیا ہے، اس کتابچہ کے مطالعہ سے یقیناً محبت واطاعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ اور مطالعۂ سیرت کا ذوق پیدا ہوگا۔

● سہ ماہی بکھرے پھول (ختمِ نبوّت نمبر) رابطہ: بکھرے پھول سرائے نورنگ، ضلع لکی مروت (خیبر پختون خوا) 0301-3005313

ختم نبوت ایک بنیادی اور اعتقادی مسئلہ ہے جس پر کفر وایمان کا انحصار ہے، جس طرح ایک سچے اور برحق نبی کو نہ ماننا کفر ہے اسی طرح ایک جھوٹے نبی کو ماننا کفر ہے۔ختم نبوت کا عقیدہ اپنے ماننے والوں میں بے پناہ تیقن، اعتماد اور ثابت قلبی پیدا کرتا ہے جس سے انسان کی ذہنی وعملی صلاحیتوں کو زبردست مہمیز ملتی ہے۔اسی عقیدہ کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے صاحبزادہ امین اللہ، مولانا محمد طیب طوفانی اور منتظمین سہ ماہی ''بکھرے پھول'' نے ختم نبوت نمبر شائع کیا ہے جس میں نومسلم قادیانیوں کے قبول اسلام کی ایمان افروز آپ بیتیاں درج ہیں۔اللہ تعالیٰ اس دینی، دعوتی اور اصلاحی جریدے کو قبولیتِ عامہ عطا فرمائیں۔

ادارہ

اخبارالاحرار

لاہور (9 مارچ) دینی جماعتوں نے پنجاب کے وزیرداخلہ کرنل (ر) شجاع خانزادہ کے اس بیان پر کہ ''مولویوں نے اس ملک کو تباہ کردیا ہے'' پر سخت ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے وزیراعظم اوروزیراعلیٰ پنجاب سے کہا ہے کہ وہ اپنی پارٹی اوراپنے وزراء کی زبان اور لہجے کی اصلاح کریں جو کشیدگی بڑھانے کا موجب بن رہی ہے، مجلس احراراسلام پاکستان کے نائب امیر سید محمد کفیل بخاری اور سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ اس ملک کو مولویوں نے نہیں حکمرانوں، سیاستدانوں، مفاد پرستوں اور بیوروکریسی نے تباہ کیا ہے، انہوں نے کہا ہے کہ ہماری رولنگ کلاس تو وہی ہے جو چند دن پہلے سینیٹ کے انتخاب کیلئے منڈی کے مال کی طرح بولیوں کے منحوس پراسیس سے گزری ہے ،انہوں نے کہا کہ مولوی، مدرسہ اور مسجد ملک کی نظریاتی واسلامی اساس کو بچانے کیلئے تمام طعنوں کے باوجود سرگرم ہے جبکہ رولنگ کلاس اور اپر سوسائٹی کا یہ حال ہے کہ کراچی میں چند روز پہلے صدر مملکت کی ایک تقریب میں قرآن کریم کی تلاوت کیلئے کوئی شخص نہ تھا اور تقریب کے آغاز کیلئے تلاوت قرآن پاک کی ریکارڈنگ چلائی گئی انہوں نے کہا کہ مولوی بچہ پیدا ہو تو کان میں اذان دیتا ہے، نکاح پڑھاتا ہے اور جنازہ پڑھاتا ہے، حرام حلال بتاتا ہے اور دینی تعلیمات کے تسلسل کو بھی مولوی نے ہی قائم رکھا ہوا ہے، مجلس احراراسلام پاکستان کے سیکرٹری اطلاعات میاں محمد اویس نے کہا ہے کہ شیعہ سنی فسادات اور مذہبی و مسلکی جھگڑوں کے خاتمے کیلئے حکومت سنجیدہ ہے تو بیرونی مداخلت کے سامنے بند باندھے، دہشت گرد، دہشت گرد ہی ہوتا ہے اس میں مذہبی اور غیر مذہبی کی تفریق ہرگز درست نہیں۔

❁......❁......❁

لاہور (9 مارچ) متحدہ تحریک ختم نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان کے کنوینر اور مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ اسلام آباد ہائی کورٹ کی طرف سے ممتاز قادری کیس میں دہشت گردی کی دفعات کو ختم کرنے کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا ہے کہ توہین رسالت کا ارتکاب دنیا میں سب سے بڑی دہشت گردی ہے اور اس کو دہشت گردی کہنے والے بجائے خود دہشت گرد ہیں، انہوں نے کہا کہ توہین رسالت کرنے والے کو قانون کوئی رعائت نہ دے تو یہ جرم خود بہ خود دم توڑ جائے گا اور دنیا امن کی طرف بڑھے گی، انہوں نے کہا کہ بانی پاکستان محمد علی جناح نے غازی علم الدین شہید کیس میں غازی شہید کی وکالت کرکے یہ نظیر قائم کی تھی کہ اصل دہشت گردی توہین رسالت ہے، انہوں نے کہا کہ ممتاز قادری قوم کا ہیرو ہے اور دنیا اسے ہمیشہ سلام کرتی رہے گی۔

چناب نگر (20 مارچ) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ایمان کی بنیاد ہے اُمت مسلمہ کو سب سے زیادہ محبت حضور ﷺ کی ذات اقدس ہے اسی لئے کفار ومشرکین نبی آخر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو تنقید اور گستاخی کا نشانہ بنا کر مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کر رہے ہیں وہ مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام جامع مسجد احرار میں سالانہ شہداء ختم نبوت کانفرنس سے خطاب کر رہے تھے، انہوں نے کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت، اُمت مسلمہ کے اتحاد اور یکجہتی کی بنیاد ہے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ سے ہی فرقہ بندی اور دہشت گردی کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔ 1953ء کے شہداء ختم نبوت کا پیغام یہ ہے کہ منصب ومقامِ ختم نبوت کا جان دے کر بھی تحفظ کیا جائے، کانفرنس سے مولانا محمد مغیرہ اور مولانا محمود الحسن نے بھی خطاب کیا۔ دریں اثناء مدنی مسجد چنیوٹ میں مجلس احرار اسلام پاکستان کے نائب امیر سید محمد کفیل بخاری نے شہداء ختم نبوت کی یاد میں منعقدہ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قادیانیوں کے پاس دو ہی راستے ہیں اسلام قبول کر کے ہمارے مسلمان بھائی بن جائیں یا آئین میں طے شدہ اپنی اقلیتی حیثیت کو تسلیم کرلیں، انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ قانونِ امتناعِ قادیانیت کو قومی ایکشن پلان کا حصہ بنایا جائے اور اس پر موثر عمل درآمد کرایا جائے ، انہوں نے کہا کہ یوحنا آباد میں دہشت گردی اور دو بے گناہ مسلمانوں کا زندہ جلایا جانا دونوں گھناؤنے جرم ہیں۔ اس سانحہ سے ثابت ہوگیا کہ دہشت گردوں کا کوئی مذہب نہیں ہوتا، انہوں نے مطالبہ کیا کہ مسلمانوں کو زندہ جلانے والوں کو جلد گرفتار کر کے کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ اجتماع میں مجلس احرار اسلام کے مرکزی ناظم نشر واشاعت میاں محمد اویس، قاری محمد قاسم، مولانا محمد طیب چنیوٹی، قاری محمد آصف، تحریک طلباء اسلام چنیوٹ کے صدر غلام مصطفی، ناظم محمد طلحہ اور حافظ محمد ابوبکر نے بھی خطاب کیا۔

سید محمد کفیل بخاری کا ضلع میانوالی، چکوال اور اٹک میں تبلیغی اجتماعات سے خطاب

(رپورٹ: ابومعاویہ تنویر الحسن احرار) تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ ہمیشہ حق غالب رہا ہے اور غالب رہے گا۔ نبیِ خاتم سیدنا محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے، قیامت قائم ہونے تک ایک جماعت اہل حق کی رہے گی جو **یَدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَ یَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ** کا فریضہ انجام دیتی رہے گی۔

قرونِ اولیٰ سے اب تک ہر دور میں ایسے لوگ موجود رہے ہیں، جنھوں نے آقائے دوجہاں سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالیشان کا مصداق بنتے ہوئے اس حکم قرآنی پر عمل کیا اور دینِ حق کا علم بلند رکھا۔

ماضی میں خلفاء راشدین علیہم الرضوان کے بعد ائمہ اربعہ ودیگر بزرگان اُمّت، ابنِ قیمؒ وابن تیمیہؒ ہوں یا مجدد

الف ثانی، شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور آپ کے فرزندان گرامی ہوں یا سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، فقیہ الاُمّت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، شیخ الہند محمود حسنؒ، علامہ انور شاہ کشمیریؒ، شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنیؒ، حکیم الاُمّت مولانا اشرف علی تھانویؒ، امام عبیداللہ سندھیؒ ہر دور میں اللہ نے ایسی جماعت قائم رکھی ہے جس نے کلمۂ حق بلند کیا ہے اور دین بیزاروں کو دینِ مبین کے قریب کرنے کی سعیٔ جمیلہ کی ہے۔ اسی قافلۂ حق وصداقت میں حضرت مولانا محمد الیاسؒ، علماءِ لدھیانہؒ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، فدائے احرار شہیدِ ختمِ نبوّت مولانا محمد گل شیر شہیدؒ، جیسی عظیم شخصیات کو اللہ کریم نے منتخب فرمایا، جنھوں نے دینِ مبین کی حفاظت کی ذمہ داری کو نبھایا اور کلمۂ حق بلند کیا۔ مجلس احرار اسلام اکابر علماءِ حق اور سلفِ صالحین کی نشانی ہے۔ احرار کے عظیم رہنماؤں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، مولانا محمد گل شیر شہیدؒ، شیخ حسام الدینؒ، ماسٹر تاج الدین انصاریؒ، مولانا محمد حیات، مولانا محمد علی جالندھریؒ، قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مولانا لال حسین اخترؒ، ابنائے امیر شریعتؒ حضرت مولانا سید ابوذر بخاریؒ اور حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاریؒ نے دن رات ایک کرکے دین کی دعوت وتبلیغ، دین دشمنوں کے مقابلے میں مزاحمت اور مجاہدانہ کردار، تحفظِ ختمِ نبوّت اور تردید ومحاسبۂ قادیانیت کا فریضہ ادا کیا۔ موجودہ کٹھن حالات میں قائد احرار ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہٗ کی قیادت اور دعاؤں کے ساتھ جناب سید محمد کفیل بخاری، جناب عبداللطیف خالد چیمہ، مولانا محمد مغیرہ، حافظ محمد عابد مسعود ڈوگر، ڈاکٹر محمد عمر فاروق اور میاں محمد اویس اس مشن کو چہار سو پھیلانے کے لیے سرگرم عمل ہیں۔ سید محمد کفیل بخاری اپنے عظیم نانا امیر شریعتؒ کی یاد کو تازہ کرتے ہوئے ہر دور دراز علاقے کا سفر کرکے عقیدۂ ختمِ نبوّت کے تحفظ کی آواز بلند کررہے ہیں۔ شاید ہی پاکستان کا کوئی علاقہ ہو جہاں آبیاریٔ مشن کے لیے ان کے قدم نہ لگے ہوں۔

گزشتہ دنوں ماسٹر احمد خان (کالاباغ)، ڈاکٹر محمد عمر فاروق (تلہ گنگ)، قاری محمد ایوب عابد (جنڈ) کی پُر خلوص دعوت پر تین اضلاع میانوالی، چکوال، اٹک کا تبلیغی دورہ طے ہوا۔ تین دن میں تقریباً ۹ اِجتماعات ہوئے۔ الحمدللہ

۵/ مارچ جمعرات کی شام نواسۂ امیر شریعت سید محمد کفیل بخاری مدظلہٗ ملتان سے مرکز احرار تلہ گنگ پہنچے۔ ۶/ مارچ کو صبح سات بجے کالاباغ ضلع میانوالی کے لیے عازم سفر ہوئے، شاہ صاحب کے ساتھ بندۂ حقیر اور ڈاکٹر عمر فاروق کو رفاقتِ سفر کا شرف ملا۔ کالاباغ تاریخی شہر ہے، تاریخ کالاباغ کے مصنف سعید انور زیدی لکھتے ہیں کہ ۱۸۵۷ء سے پہلے یہ چند گھروں پر مشتمل دیہات تھا۔ نوابانِ اودھ اور شیر جنگ کی وفاداری کی وجہ سے یہ پورا علاقہ نواب امیر محمد خان کے اجداد کو انگریز نے تحفتاً دیا۔ دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر واقع اس قدیم شہر میں بہت ساری تاریخی یادگاریں موجود ہیں۔

اس شہر کو یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ فاتح قادیان مولانا عنایت اللہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ ایک عرصہ تک یہاں

خطابت کرتے رہے۔شہیدِ ختمِ نبوّت مولانا محمد گل شیر شہید اعوانؒ اپنے زورِ خطابت سے اس علاقے کے لوگوں کے خون کو گرماتے رہے۔حضرت امیر شریعتؒ بھی ایک بار تشریف لے گئے تھے۔جب کہ ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاریؒ تین مرتبہ کالا باغ تشریف لے گئے اور پیغامِ احرار سے لوگوں کے قلوب کو منوّر کیا۔

چار افراد پر مشتمل ہمارا قافلہ براستہ میانوالی کالا باغ پہنچا، ماسٹر احمد خان، مفتی زین العابدین اور دیگر احباب نے بہت محبت سے نوازا۔پونے ایک بجے نواسۂ امیر شریعت سید محمد کفیل بخاری کا توحیدی مسجد میں بیان شروع ہوا۔مسجد محبانِ ختمِ نبوّت سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔شاہ صاحب نے سحر انگیز اصلاحی بیان فرمایا، نمازِ جمعہ کے بعد ماسٹر احمد خان کی معیت میں کالا باغ کے پرانے شہر کو دیکھا۔قدیم مسجد عید گاہ، مسجد قاضیاں والی، مسجد بلال، مسجد ملکاں والی جو کبھی مرکزِ احرار تھی کو دیکھنے کا موقع ملا۔اہل علاقہ کی محبت دیدنی تھی۔چکڑالہ سے بھائی عبدالخالق احرار، بھائی ادریس کے ساتھ کالا باغ پہنچ گئے تھے۔تقریباً چار بجے واپسی کا سفر شروع ہوا۔اب کالا باغ کا نقشہ تبدیل ہو چکا ہے۔نوابوں کے محلات تِلْکَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ کا مصداق بنے ہوئے ہیں۔کالا باغ سے چکڑالہ کی طرف روانہ ہوئے۔عصر کی نماز ڈھوک مشیاں والی میں ادا کی۔مغرب کی نماز سے کچھ قبل چکڑالہ پہنچے۔چکڑالہ کے ساتھ مجلس احرار اسلام کی بہت ساری یادیں وابستہ ہیں۔مولانا عنایت اللہ چشتیؒ قادیان میں احرار کے پہلے مبلغ کی حیثیت سے تشریف لے گئے اور قادیانیوں کو تگنی کا ناچ نچوایا۔کپتان غلام محمد مرحوم فدائے احرار اور خادم امیر شریعتؒ تھے۔احرار سے اُن کی وفا ضرب المثل ہے۔چکڑالہ شہر میں داخل ہوتے ہی قبرستان ہے اور سرِ راہ کپتان مرحوم آرام فرما ہیں۔ان کی قبر پہ فاتحہ پڑھی، کافی دیر تک ڈاکٹر عمر فاروق اور شاہ صاحب ان کی وفاؤں کا تذکرہ کرتے رہے۔نمازِ مغرب کے بعد احباب کی آمد شروع ہوگئی، نمازِ عشاء کے بعد کافی دیر تک احباب تشریف لاتے رہے اور شاہ صاحب مختلف موضوعات پر احباب سے گفتگو کرتے رہے۔۷/ مارچ نمازِ فجر کے بعد قدیم سفید مسجد میں شاہ صاحب نے درسِ قرآن دیا۔۱۰ بجے تک احباب سے ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ہمارا سفر جوں جوں جاری رہا، بارانِ رحمت کا نزول بھی ساتھ ساتھ ہوتا رہا۔دن ۱۰ بجے چکڑالہ سے بھائی امتیاز کی معیت میں پہاڑوں کے دامن میں واقع قصبہ ''جھور'' پہنچے، جہاں مولانا محمد سعید اپنے رفقاء کے ساتھ منتظر تھے۔انھوں نے مہمانوں کا بہت اکرام کیا۔دو گھنٹے کی پُر مغز نشست اور دعوت شیراز کے بعد موسلا دھار بارش میں چکوال کی ہی تحصیل اور قدیم تاریخی شہر ''لاوہ'' کے لیے سفر شروع کیا۔لاوہ میں خاندان امیر شریعتؒ سے گہرا تعلق رکھنے والے قدیم احرار کارکن لالہ شیر خان اور بھائی غلام محمد استقبال کے لیے موجود تھے۔اُن کی معیت میں جامع مسجد شہید پہنچے۔ہمارے داعی مولانا مفتی شیر خان دل چسپ آدمی ہیں، ابنائے امیر شریعت حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابو ذر بخاریؒ اور حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاریؒ سے وابستہ اپنے زمانۂ طالب علمی کے یادگار واقعات سناتے رہے۔حضرت سید عطاء المحسن بخاریؒ کا خانقاہ سراجیہ

کندیاں شریف میں قیام اور بزرگان خانقاہ کے ادب و احترام کے حوالے سے کئی سبق آموز واقعات سنائے۔ بارش کے باوجود نماز ظہر کے بعد شہر بھر کے علماء تشریف لے آئے، شاہ صاحب نے ''تحفظ ختمِ نبوّت اور علماء کی ذمہ داریاں'' کے عنوان پر تفصیلی گفتگو فرمائی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قادیانیت کے تعاقب میں دعوتی پہلو کو بھی اختیار کرنا چاہیے اور دعوت کا صحیح طریقۂ کار سیکھنا چاہیے۔ قادیانیوں کے کفر و ارتداد کی تردید و مذمت کے ساتھ ساتھ ہمیں اس کی اشد ضرورت ہے۔ بعد نماز مغرب مرکز احرار مسجد ابوبکر صدیقؓ تلہ گنگ میں تربیتی فکری نشست بعنوان ''تحفظ ختمِ نبوّت اور قادیانی سازشیں'' منعقد ہوئی۔ باوجود بارش کے بڑی تعداد میں شہر کے سنجیدہ اور تعلیم یافتہ حضرات نے شرکت کی، شاہ صاحب نے تفصیل کے ساتھ قادیانیوں کی اسلام، پاکستان اور اُمّتِ مسلمہ کے خلاف سازشوں کو تاریخی حوالوں سے بے نقاب کیا۔ ۸/ مارچ کو صبح ۱۰ بجے مسجد ابوبکر صدیق سے متصل بھائی خالد کی رہائش گاہ پر خواتین کے لیے اصلاحی نشست کا اہتمام کیا گیا، جس میں خواتین کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ شاہ صاحب نے اسلام میں خواتین کا مقام و احترام، صحابیات کی ایمان افروز سیرت اور پردہ کے موضوع پر ایک گھنٹہ نہایت مؤثر خطاب کیا۔ ساڑھے گیارہ بجے براستہ پنڈی گھیپ ''جنڈ'' کے لیے روانہ ہوئے، جہاں قاری محمد ایوب عابد صاحب مدرسہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے نام سے بچیوں کا مدرسہ چلا رہے ہیں۔ بچیوں کے اعزاز میں دوپٹہ پوشی اور تکمیل دورہ حدیث کی تقریب تھی۔ شاہ صاحب نے اُمّہات المؤمنین، بناتِ طاہرات رضی اللہ عنہم کی پاکیزہ سیرت پر تفصیلی بیان کیا اور فارغ ہونے والی عالمات کو اُن کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ نماز عصر کے بعد ''فتح جنگ'' کے لیے روانہ ہوئے۔ مسجد اُسامہ بن زید میں قاری عبدالواحد صاحب نے احباب کے تعاون سے ''ختمِ نبوّت سیمینار'' کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ جہاں مولانا پیر محمد ابوذر (ناظم مجلس احرار اسلام راولپنڈی و اسلام آباد) بھی تشریف لے آئے، شاہ صاحب نے گمراہ کن فتنوں خصوصاً قادیانیت کے شکار لوگوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ رحمت میں لانے اور ان فتنوں سے مسلمانوں کے ایمانوں کو بچانے کی مناسبت سے فکر انگیز گفتگو کی۔ اس موقع پر مولانا قاری مختار احمد، مولانا ابوبکر حیدر، مولانا عبدالماجد اور دیگر علماءِ کرام بھی موجود تھے۔ رات گیارہ بجے راولپنڈی روڈ پر واقع شاہ پور ڈیم کی مچھلی پیر ابوذر صاحب کے ذوقِ طعام کا منہ بولتا ثبوت تھی، کھانے کے بعد احباب کو الوداعی سلام کہتے ہوئے لاہور کی طرف عازمِ سفر ہوئے اور صبح چار بجے دفتر احرار پہنچے۔

قارئین! آپ سے گزارش ہے کہ قافلۂ احرار کو آگے بڑھانے کے لیے ہمارا ساتھ دیں۔ ''نقیبِ ختمِ نبوّت'' اور ''احرار نیوز'' کے مستقل خریدار بنیں، ان کا مطالعہ کریں۔ فہم ختمِ نبوّت خط کتاب کورس میں شرکت کریں۔ اپنے علاقوں میں دروس ختمِ نبوّت کا انعقاد کریں، لٹریچر کی تقسیم و اشاعت کا اہتمام کریں۔

اللہ کریم ہمیں مجلس احرارِ اسلام کے پرچم کو مزید بلند کرنے کی توفیق و ہمت نصیب فرمائیں۔ آمین

روح افزا
SHARBAT
ROOH AFZA
اور کیا چاہیئے!

بولان کا خالص
سرکہ سیب (ایکسٹرا کوالٹی)

- دل کے بند والوں کو کھولتا ہے۔
- کولیسٹرول کو کم کرتا ہے۔
- ہاضمہ کو درست رکھتا ہے۔
- موٹاپے کو کم کرنے کیلئے بہترین دوا ہے۔

گلے کی خراش اور بلغم ختم کر کے جسم کو صحت مند اور خوبصورت بناتا ہے۔

- رنگت نکھارتا ہے۔

Regd # QA/F/31

BOLAN'S®

Bolan Fruit Products
P.O.Box 285 Quetta
email: bfpq_asif@yahoo.com

بیاد مجدد بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ـــــ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ
قائم شدہ: 28 نومبر 1961ء

مدرسہ معمورہ

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

خصوصیات

★ الحمدللہ مدرسہ معمورہ اپنے تعلیمی و فکری سفر میں ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے
★ حفظ و ناظرہ قرآن اور درسِ نظامی میں درجہ متوسطہ سے درجہ خامسہ تک تعلیم جاری ہے
★ دارالافتاء کا قیام ★ صرف و نحو کا، ماہر اساتذہ کی نگرانی میں اجراء
★ علمی، فکری، اخلاقی اور روحانی تربیت ★ تقریر و تحریر کی تربیت ★ دارالمطالعہ کی سہولت
★ ماہانہ مجلس ذکر ★ سالانہ ختم نبوت کورس ★ طالبات کے لیے جامعہ بستانِ عائشہ میں حفظ و ناظرہ قرآن، درسِ نظامی اور پرائمری، مڈل شعبوں میں تعلیم جاری ہے

تعمیری منصوبے

● وسیع بیسمنٹ ہال ● دارالقرآن ● دارالحدیث ● دارالمطالعہ

اور دارالاقامہ کے لیے 24 کمروں پر مشتمل دو منزلہ عمارت کی تعمیر شروع کی جارہی ہے۔
تخمینہ لاگت بیسمنٹ ہال (20,00,000) بیس لاکھ روپے، لاگت فی کمرہ چار لاکھ روپے ہے
تخمینہ لاگت درس گاہیں، ہاسٹل، لائبریری، مطبخ (1,00,00,000) ایک کروڑ روپے
صدقہ جاریہ میں حصہ لیں اور نقد و سامان تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون فرما کر اجر حاصل کریں۔
نیز طلباء کی ضروریات کے لیے زکوۃ و عشر، صدقات اور عطیات سے تعاون فرمائیں۔

رابطہ
061 - 4511961
0300-6326621
majlisahrar@yahoo.com
majlisahrar@hotmail.com

ترسیلِ زر
بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 0278-37102053
یو بی ایل، ایم ڈی اے چوک ملتان

الداعی الی الخیر
ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری
مہتمم مدرسہ معمورہ ملتان